JANUARY 2024 جمادی الاخری ۱۴۴۵ھ

ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور



دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)

مدرسہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماهنامه

مظاہرِ علوم

سہارنپور

جلد نمبر ۲۹
شمارہ نمبر ۹

جمادی الاخریٰ ۱۴۴۵ھ
جنوری ۲۰۲۴ء

زرِ تعاون
فی شمارہ ——— ۳۰ روپے
سالانہ زرِ تعاون ——— ۳۰۰ روپے
بیرونِ ملک سالانہ ——— ۲۵ ڈالر

ترسیلِ زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ مظاہرِ علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)
MAZAHIR ULOOM MONTHLY MAGAZINE
SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA
Ph: 0132-2655542
Email-jamiamazahir@gmail.com

اس شمارے میں

○ دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

☆ شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ جواب طلب امور کے لیے لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

☆ ماہنامہ، انگریزی ماہ کی ۲/تاریخ کو حوالہ ڈاک کردیا جاتا ہے۔ ۱۰/تاریخ تک موصول نہ ہونے پر مطلع فرمائیں۔

نوائے سحر

اسرائیل بمقابلہ فلسطین

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

سرزمین انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم ''فلسطین'' اس وقت دنیا کا سب سے حساس اور سنگین موضوع بنا ہوا ہے، مشرق وسطیٰ اس وقت ہرآن سرخیوں میں رہتا ہے، پوری دنیا پر انقلابی اثر ڈالنے والی ''حرکۃ المقاومۃ الاسلامیہ'' (حماس) اور غاصب وجابر صیہونی ریاست اسرائیل کے درمیان ۷/اکتوبر کو شروع ہونے والی جنگ (یہ تحریر نذر قارئین کرتے وقت) تیسرے مہینہ میں داخل ہوچکی ہے۔ فلسطین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑہ ۳۶۸ رکلومیٹر مربع پر پھیلا ہوا اور اس پر سکونت پذیر بیس لاکھ مظلوم فلسطینی عوام اسرائیل کی کھلی دہشت گردی اور نسل کشی کا شکار ہیں، صیہونی درندوں کی وحشیانہ بمباری اپنی شدت کی انتہاء کو پہونچی ہوئی ہے، روزانہ دوسوتین سو معصوم و بے گناہ فلسطینی جام شہادت نوش کررہے ہیں، اب تک عالمی تجزیہ نگاروں کے سروے کے مطابق بیس ہزار سے زائد لوگ جاں بحق ہوچکے ہیں، جب کہ چالیس سے ساٹھ ہزار بے گناہ شدید زخمی ہیں، کل تعداد ۸۰ سے ۹۰ ہزار بتائی جارہی ہے، جس میں روزانہ اضافہ ہوتا جارہا ہے، یہ مرنے والے وہ ہیں جو عام لوگ ہیں، شہری اور دیہاتی ہیں، اور اسرائیل نے تمام جنگی بین الاقوامی وانسانی قوانین کو پیروں تلے روندتے ہوئے بچوں اور عورتوں کو نشانہ بنایا ہے، لیکن امن عالم کا پرچم لہرانے اور انسانی حقوق کی حفاظت کا دعویٰ کرنے والا امریکہ اور اس کے اتحادی برطانیہ وفرانس اور دوسرے یورپین عیسائی ممالک کھل کر اسرائیل جیسے ملک کا دفاع بھی کررہے ہیں اور فلسطینیوں کو ہلاک کرنے کے لئے خطرناک ہتھیار بھی فراہم کررہے ہیں۔ اسرائیل کے خلاف اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی اور سیکورٹی کونسل کی ہر قرارداد کو امریکہ ویٹو یعنی ریجیکٹ کردیتا ہے۔

غزہ کے مظلوم مجاہدین بارہ تیرہ سال سے اسرائیل کی غیر انسانی ناکہ بندی کا ستم جھیل رہے ہیں، ان کے لئے رسد وسامان کے تمام راستے اسرائیل نے بند کررکھے تھے اور جب چاہتا تھا ان پر بمباری شروع کردیتا تھا، حماس کی منتخب حکومت جو غزہ کا اقتدار سنبھالے تھی پامردی سے نامساعد اور مشکل

حالات کا سامنا کررہی تھی لیکن جب صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور جنگ کی آگ میں کودنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ سامنے نہیں تھا، تمام مسلم ممالک خاص کر سعودی عرب، مصر، اردن جو غزہ کے سب سے قریب اور اسرائیل سے متصل ممالک ہیں وہ فلسطینی مظلوم و بے بس مسلمانوں کی مدد کیا کرتے بلکہ اسرائیل سے اپنی دوستی اور سیاسی و اقتصادی تعلقات کو وسیع و مستحکم کرنے میں سرگرم تھے، سعودی عرب بہت سرعت سے اسرائیل سے سفارتی تعلقات استوار کرنے کے مشن پر آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک یہ ۷/اکتوبر کی جنگ چھڑ گئی اور تیزی سے دنیا کا سیاسی وسفارتی بلکہ اقتصادی ومعاشی نقشہ بدلنے لگا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ جنگ جب بھی اپنی انتہاء کو پہنچے گی دنیا کا سیاسی منظر نامہ بدل چکا ہوگا، ۱۹۴۷ء (قیام اسرائیل) کے بعد سے یہ مشرق وسطیٰ کی سب سے بڑی اور اہم تبدیلی ہوگی۔

حماس جس کو امریکہ اور یورپین ممالک نے دہشت گرد تنظیم قرار دیا ہے اس کا اصل مشن کیا ہے؟ اس تنظیم کو ۱۹۸۲ء میں شیخ احمد یاسین نے قبلہ اول بیت المقدس مقبوضہ کی آزادی کے لئے قائم کیا، وہ دیکھ چکے تھے کہ ۱۹۶۷ء میں عربوں نے بیت المقدس کو اسرائیل کے قبضہ میں جاتے دیکھا، پھر ۱۹۷۳ء کی جنگ میں شکست کا سامنا کیا، دو جنگوں میں ہارنے کے بعد ان کا حوصلہ قائم نہ رہا، وہ ایک غاصب وجابر اور بے رحم صیہونی قوم سے مذاکرات کے ذریعہ فلسطین کا قضیہ حل کرانے کی پالیسی پر کام کرنے لگے، بلکہ اسرائیل کی حاشیہ برداری اور امریکہ کی چاپلوسی میں اپنی تمام اسلامی، ایمانی غیرت چھوڑ کر صرف گفتار کے غازی اور کردار سے عاری بن گئے۔

ارض فلسطین ہمیشہ جنگ وجدال کا محور رہی ہے، بیت المقدس کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں بذریعہ صلح عیسائی حکمراں بادشاہ روم ہرقل سے فتح کیا تھا، اس وقت عیسائیوں نے کہا تھا کہ یہاں یہودیوں کو آباد ہونے کی اجازت ہرگز نہ دیں یہ فتنہ پرور اور عہد شکن قوم ہے، لیکن خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم نے مذہبی رواداری برتتے ہوئے یروشلم میں یہودیوں کو آباد رہنے اور اپنی عبادت آزادی کے ساتھ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ جب صلیبی جنگ شروع ہوئی تو تقریباً نوّے سال تک بیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ رہا، پھر سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے ۱۱۸۷ء میں یروشلم (بیت المقدس) کو فتح کیا جو ۱۹۶۷ء تک قائم رہا، ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اسرائیل کے قبضہ میں چلا گیا، اسرائیلی ریاست کا سب سے پہلا خاکہ برطانیہ عظمیٰ کے وزیر خارجہ آرتھر جیمز

بالفور (وفات ۱۹۳۰) نے ۱۹۱۷ء میں پیش کیا تھا بلکہ یہودیوں سے وعدہ کیا تھا کہ ہر حال میں فلسطین میں یہودی ریاست قائم کی جائے گی، بریطانیہ اس پر کام کرے گا، اور یہودیوں کا خواب شرمندہ تعبیر ہوگا، اسی اعلان کو معاہدہ بالفور کہا جاتا تھا، اس اعلان کے بعد فلسطین میں خون خرابہ شروع ہوگیا فلسطینیوں کو اپنی زمین اونے پونے داموں میں بیچنے کے لئے مجبور کیا گیا، ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جانے لگے، تا کہ یہاں سے بھاگیں اور ایسا ہی ہوا، پھر دوسری جنگ عظیم ختم ہونے کے بعد اقوام متحدہ نامی بین الاقوامی پلیٹ فارم وجود میں آیا اور اس پر فاتح ممالک بریطانیہ، امریکہ، فرانس کا غلبہ ودبدبہ تھا، لہٰذا اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے قرارداد پاس کر کے اسرائیل نام کی یہودی ریاست کو حتمی شکل دیدی اس کو قرارداد نمبر (ا) ۱۸۱ کہا جاتا ہے، یہ ہے ایک طویل داستان کا خلاصہ۔

اسی وقت سے فلسطین پر اسرائیل کا قبضہ بڑھتا جارہا ہے اور فلسطین سمٹ کر ایک مختصر قطعۂ ارض پر رہ گیا ہے جس پر قبضہ کا سلسلہ بھی جاری ہے اس لئے کسی نہ کسی زاویہ سے اس خطہ میں جنگ کے شعلے بھڑکتے رہتے ہیں اور جانی ومالی اور ارضی نقصان صرف نہتے مجبور مظلوم فلسطینیوں کا ہوتا ہے، لیکن ۷/ اکتوبر ۲۰۲۳ء کی حالیہ حماس جنگ اس خطہ کی سب سے بھیانک اور طویل ترین جنگ کی شکل اختیار کر چکی ہے وہ تمام اندازے غلط ثابت ہو چکے ہیں کہ غزہ پر چند دن اسرائیل جیسا طاقتور ملک (جس کی فوجیں دنیا کی سپر آرمی مانی جاتی ہیں اور جس کے جدید حربی وسائل وآلات کا مقابلہ دنیا کا کوئی ملک نہیں کرسکتا) بہت آسانی سے قبضہ کر کے اپنے کنٹرول میں لے لیگا، جوان شاء اللہ حماس کے مجاہدین کے عزم وحوصلہ، جوانمردی اور ایمانی جذبہ جہاد کے سامنے کبھی ممکن نہیں ہوگا۔

اسرائیل کے مقابلہ میں حماس مجاہدین ایک بہت ہی چھوٹی سی جماعت اور تمام تر ظاہری بنیادی سہولیات اور جدید ترین جنگی ہتھیار جیسے فائٹر جیٹ، ہیلی کاپٹرس، بکتر بند گاڑیوں، مضبوط ٹینکوں سے محروم، پھر بھی ان کے سامنے دنیا کی سپر طاقت تصور کئے جانے والے اسرائیل کی سپر فوج شکست سے دوچار ہے۔ **اللھم انا نجعلک فی نحورھم۔**

ذرا ہم حماس اسرائیل جنگ کو دینی زاویہ نگاہ سے بھی دیکھیں، کیونکہ ایک مومن صادق، دنیا میں رونما ہونے والے تغیرات وانقلابات سے درس عبرت حاصل کرتا ہے اور حالات کا ایمانی تجزیہ کرتا ہے، پھر اپنے اعمال کو سدھارنے اور اپنی اصلاح کی فکر کرتا ہے، ہم اس جنگ کے محل وقوع اور اس کے تاریخی

پس منظر میں جب دیکھیں تو احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ جنگ علامات قیامت میں سے ایک بڑی علامت نظر آتی ہے، بیت المقدس اور شام و فلسطین کی پاکیزہ و بابرکت سرزمین سے متعلق ان احادیث پر غور فرمائیں اور تمام عرب مسلم ممالک اور یورپ و امریکہ کی پالیسی نیز حماس مجاہدین کی ثابت قدمی کا جائزہ لیں۔

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِن أُمَّتِي عَلَى الحَقِّ ظَاهِرِين على مَن نَاوَأَهُمْ، وَهُمْ كَالإِنَاءِ بينَ الأَكَلَةِ حَتَّى يَأْتِي أَمْرُ اللهِ وهُمْ كَذَلِكَ. قلنا: يارسول الله، وأين هم؟ قال: بأَكْنَافِ بيتِ المَقْدِسِ

(طبرانی ۲۰/۳۱۷)

میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی، ہمیشہ اپنے دشمنوں اور مخالفین پر غالب رہے گی، ان کی مثال اس کھانے کے برتن سی ہے جو کھانے والوں کے درمیان ہے (جس پر لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں) یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے گا، صحابہ کرام نے عرض کیا، یارسول اللہ وہ کس لوگ کس جگہ ہونگے؟ فرمایا: ''بیت المقدس کے اطراف کے لوگ ہونگے''۔

وعن ابی هريرة رضی الله عنه: عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لاتزال عِصَابةٌ من امتی يقاتلون على ابواب دمشق و ماحوله و على أبواب بيت المقدس وماحوله لايضرهم خذلان مَنْ خذلهم ظاهرين على الحق إلى ان تقوم السَّاعةُ۔ (اخرجہ ابویعلی ۱۱/۳۰۲)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ دمشق، بیت المقدس کے سامنے اور اس کے اطراف میں برسرِ قتال رہے گا، ان کو چھوڑ دینے والوں کے چھوڑنے سے ان پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، وہ حق کے لئے جہاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ قیامت کی بڑی بڑی علامات شروع ہوجائیں گی۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أمة قَائِمَة بِأَمْرِ اللهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ حَتّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ و هم على ذلك۔ قال عمير بن هانئ: فقام مالك بن يُخامِر، قال معاذ و هم بالشام، فقال معاوية: هٰذَا مَالِكٌ يَزْعُمُ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاذًا يَقُولُ: وَهُمْ بِالشَّامِ۔ (بخاری ۱/۵۱۴، حدیث ۳۶۴۱)

فرمایا: میری امت میں سے ایک جماعت اللہ کے حکم پر عمل کرتی رہے گی، ان کو اپنی مخالفت کرنے والوں کی مخالفت اور چھوڑ دینے والوں کی کنارہ کشی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، یہاں تک کہ اسی حال میں اللہ کا حکم (قیامت) آجائے گا۔

راوی کہتے ہیں کہ مالک بن یخامر یہ حدیث سن کر کھڑے ہوگئے اور کہا کہ اے امیر المومنین!

میں نے معاذ بن جبل کو کہتے ہوئے سنا کہ وہ ملک شام کے لوگ ہونگے ،اس پر حضرت معاویہؓ نے بآواز بلند فرمایا: دیکھو بھائی، یہ مالک بن یخامر کہہ رہے ہیں کہ وہ غالب علی الحق جماعت اہل شام کی ہوگی۔

ان تینوں احادیث کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بظاہر اس وقت غزہ و فلسطین میں شمشیر بکف حماس مجاہدین ان احادیث کا مصداق بن چکے ہیں ،ان کی ایمانی صلابت،اسلامی حمیت،قبلۂ اول کی بازیابی کی کوشش،غاصب صہیونیوں کے دستِ ستم سے اپنے وطن کی واپسی کی تحریک خالص ایمانی جذبہ کے تحت ہے۔

دوسرا جزء حدیث کا یہ ہے کہ جو اِن جیالوں کو چھوڑے گا یا ان کی مخالفت کرے گا، ان پر دباؤ ڈالے گا کہ قتال بند کردیں تو وہ نہ مرعوب ہوں گے نہ اپنا مشن ترک کریں گے۔

عالم عرب جس کا فرض تھا کہ دنیا کے دوسرے ممالک کے مسلمانوں کے برعکس عرب مسلم حکمراں ناپاک صہیونیوں کے ہاتھوں سے قبلہ اول کی بازیابی میں کھل کر حماس کی مدد کرتے، وہی ان مجاہدین کی مخالفت میں اسرائیل کے دوست بنے ہوئے ہیں اور اندرونی طور پر سازش کررہے ہیں کہ اس تحریک کو اسرائیل وامریکہ ختم کردے،خواہ لاکھوں بے گناہ شہید کردیئے جائیں۔

حماس،اسرائیل جنگ سے ہر ذی شعور شخص غم زدہ اور پریشان ہے، یہ شاید فلسطین واسرائیل قضیہ کی طویل ترین جنگ کے نام سے تاریخ کی امانت بن جائے ،جس کی وجہ سے اسرائیل کو نہتے و بے بس، مظلوم فلسطینی مسلمانوں کی اجتماعی نسل کشی کا سب سے بڑا مجرم قرار دیا جائے گا، وہیں امریکہ کی حقیقت سے بھی دنیا واقفیت ہوتی رہے گی کہ اس نے اپنی تاریخ میں سوائے دوملکوں کے درمیان جنگ کرانے اور ہتھیار بیچنے کے اور کچھ نہیں کیا ہے۔

جامعہ مظاہر علوم اسرائیلی جارحیت اور ظلم وبربریت کی مذمت کرتا ہے۔ وطن عزیز ہندوستان کے فتنہ پرور،اسلام دشمن عناصر اور گودی میڈیا اسرائیل کی حمایت کررہے ہیں اور حماس کو دہشت گرد قرار دینے میں اپنی توانائی صرف کررہے ہیں،جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے،ادارہ تمام اسلامی ملکوں سے گزارش کرتا ہے کہ بیت المقدس قبلہ اول کی آزادی صرف فلسطین کا مسئلہ نہیں بلکہ ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے،اس کے لئے دنیاوی مفاد سے اوپر اٹھ کر مذہبی غیرت ، اسلامی حمیت اور ملی جمعیت کا ثبوت دینا چاہئے۔اور وزیر اعظم ہند سے درخواست کرتا ہے کہ خونریز جنگ کو مکمل طور پر رکوانے میں پوری قوت سے اپنا کردار ادا کریں۔

درسِ قرآن

خواب: اقسام وآداب

مولانا محمد ساجد حسن سہارنپوری
استاذ حدیث وتفسیر مظاہر علوم سہارنپور

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ، قَالَ يَا بُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَى إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُبِينٌ (سورۂ یوسف ۴-۵)

وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ والدمحترم! میں نے (خواب میں) گیارہ ستارے، سورج اور چاند دیکھے ہیں، ان کو اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے، انہوں نے کہا کہ بیٹا! اپنے اس خواب کو اپنے بھائیوں کے روبرو بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے بارے میں سازش کریں گے، بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

تشریح وتوضیح:

سیدنا حضرت یوسفؑ نے بچپن میں ایک عجیب خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند، ان کو سجدہ کررہے ہیں، سورج اور چاند سے ان کے ماں باپ اور گیارہ ستاروں سے ان کے بھائی مراد ہیں اور سجدہ سے مراد یہ ہے کہ وہ سب ایک دن ان کے سامنے جھکیں گے، اس خواب میں حضرت یوسفؑ کو عزت ورفعت، بزرگی وعلومرتبہ کی بشارت دی گئی ہے، حضرت یعقوبؑ خواب سنتے ہی اس کی تعبیر سمجھ گئے اور ڈرے کہ برادران یوسف اس خواب کو سنیں گے تو خاندان نبوت سے ہونے کی بنا پر وہ بھی اس خواب کی تعبیر سمجھ جائیں گے خواہ ظناً ہی سہی، اور وہ ایذارسانی کی کوئی خاص تدبیر کریں گے اور چونکہ شیطان، انسان کا کھلا دشمن ہے اس لئے بھائیوں کے دل میں اس طرح کے وسوسے ڈالے گا، اس لئے حضرت یوسف کو منع کردیا کہ یہ خواب بھائیوں کو نہ سنائیں۔

خواب کی تین قسمیں ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الرؤیا ثلاث فالرؤیا الصالحۃ بشری من اللہ، والرؤیا

من تحزین الشیطان و الرؤیا ممایحدث بھا الرجل نفسہ (ترمذی ۲/۵۱-ابواب الرؤیا)

۱ــ نیک خواب جواللہ کی طرف سے خوشخبری ہوتا ہے۔

۲ــ وہ خواب جو شیطان کا پریشان کرنا ہے۔

۳ــ وہ خواب جس میں آدمی اپنے دل سے باتیں کرتا ہے، یعنی خیالات۔

ایک قسم حدیث نفس ہے، جس کا لفظی ترجمہ ''دل کی باتیں'' ہیں۔

انسان دن میں جس کام میں مشغول اور منہمک ہو، رات کو بھی خواب میں اس کو وہی چیزیں نظر آتی ہیں جیسا کہ عاشق کو خواب میں طرح طرح سے اپنا معشوق ہی دکھلائی دیتا ہے اور بلی کو خواب میں گوشت چھیچھڑے نظر آتے ہیں، اور جسے الیکشن کی دھن ہو، اسے خواب میں اسمبلی ہال ہی کی چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔

(دوسری قسم: اضغاثِ احلام ہے) جس کا لفظی ترجمہ ''خواب پریشان، ڈراؤنا خواب'' ہے۔

خواب میں شیطان کے پریشان کرنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ انسان کو مکروہ صورت جانور جیسے بندر، ہاتھی، کتے اور سیاہ فام انسان نظر آتے ہیں، جن سے آدمی ڈر جاتا ہے، اور دل میں دہشت اور خوف پیدا ہوتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ میرا سر کاٹ دیا گیا ہے، راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ہنسنے لگے (کیونکہ آپ کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا تھا کہ اِس خواب کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ شیطان کا مذاق ہے اور اس کی کوئی تعبیر بھی نہیں دی) آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے ساتھ خواب میں شیطان کھلواڑ کرے تو اس خواب کو وہ لوگوں سے بیان نہ کرے۔

تو شیطان خواب میں انسان کو اس طرح سے پریشان کرتا ہے۔ اور احتلام بھی اسی قبیل سے ہے۔

اچھے اور برے خواب دونوں قسموں کے خوابوں کا خالق اگرچہ اللہ جل شانہ ہے لیکن برے خواب کی نسبت شیطان کی طرف اس لئے کر دی گئی ہے کہ شیطان اس پر خوش اور راضی ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری، ۲۱/۲۷۰)

خواب کی یہ دونوں قسمیں فاسد ہیں، ان کی کوئی تاویل اور تعبیر نہیں ہوتی۔

برے خواب کے آداب وعلاج

(۱) شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے یعنی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے

(۲) تین مرتبہ بائیں طرف تھوک دے (۳) خواب دیکھنے کی حالت میں جس کروٹ پر تھا اسے بدل لے ۔ (۴) براخواب دیکھنے کے بعد نفل نماز پڑھ لے۔ (۵) برے خواب کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے۔ اگر کسی نے بعض ہدایات پر بھی عمل کیا تو بھی انشاء اللہ برے خواب کے ضرر سے محفوظ رہے گا۔

(خواب کی تیسری قسم) رؤیائے صالحہ ہے، یعنی درست خواب اور اللہ تعالی کی طرف سے بشارتیں، جو ہواجسِ نفسانی اور وساوسِ شیطانی سے پاک ہو، ایسا خواب ہی درحقیقت خواب ہوتا ہے اور وہی محتاجِ تعبیر ہوتا ہے اور ایسے ہی خواب کو حدیث میں رؤیائے صالحہ اور جزءِ نبوت بتایا گیا ہے۔

اس قسم کا خواب القاء ربانی ہوتا ہے کیونکہ بقول مفسرینؒ ومحدثینؒ جب انسان سوجاتا ہے اور اس کے حواس ظاہرہ معطل ہوجاتے ہیں تو اس حالت میں روح عالم بالا کی طرف پرواز کرتی ہے، غیب کی چیزوں کا مشاہدہ کرتی، دیکھتی اور سنتی ہے، یہ روحانی مشاہدہ کبھی اصل حقیقت کا ہوتا ہے اور کبھی صورِ مثالیہ کے ذریعہ ہوتا ہے جس سے آئندہ واقعات کی طرف اشارہ اور تنبیہ مقصود ہوتی ہے جیسے حضرت یوسفؑ کو گیارہ ستارے سجدہ کرتے ہوئے دکھائے گئے اور آئندہ پیش آنے والے واقعہ سے بھی آگاہ کردیا گیا، اس روحانی مشاہدہ کا نام رؤیائے صالحہ ہے۔

ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی اب نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ نبی، صحابہ کو تشویش ہوئی کہ نبوت کے ذریعہ لوگوں کو خیر کی باتیں معلوم ہوتی ہیں، اب لوگ اس سے محروم ہوجائیں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوش کن باتیں ابھی باقی ہیں، ان کا سلسلہ قیامت تک باقی رہے گا، اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو خیر کی باتیں بتائیں گے۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ، قَالُوا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: الرُّؤْيَا الصالحةُ. (رواہ البخاری باب المبشرات، کتاب التعبیر، حدیث ۶۹۹۰)

اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے جس کو کوئی مسلمان خود دیکھے، یا اس کے بارے میں کوئی دوسرا دیکھے۔ (مشکوۃ حدیث-۴۶۰۶) جیسے حضرت ام العلاء انصاریہؓ نے خواب دیکھا کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ کے لئے ایک چشمہ جاری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ چشمہ ان کا عمل ہے، جو ان کے لئے بہ رہا ہے! یہ حضرت عثمان کے لئے بعد از وفات بشارت ہے۔ (مشکوۃ حدیث ۴۷۲۰)

متعدد خوابوں کے ذریعہ اللہ تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آئندہ پیش آنے والے واقعات سے واقف کرایا ہے، مثلاً حضرت عائشہ صدیقہؓ سے شادی کا معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھلایا گیا تھا (بخاری حدیث ۷۰۱۲) جنگ احد میں پہلے شکست، پھر کامیابی خواب میں دکھائی گئی تھی، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا مقام خواب میں دکھلایا گیا تھا۔

اچھے خواب کے چند آداب:

۱— اچھے خوابوں کو پسند کرنا اور اس سے خوش ہونا۔

۲— خواب صالح یا اہل محبت سے ذکر کرنا۔

۳— اچھے خواب پر الحمدللہ کہنا۔

حضرت ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، جب تم میں سے کوئی شخص ایسی چیز دیکھے جس کو پسند کرتا ہے، تو اس کا ذکر کسی سے بھی نہ کرے، مگر اس شخص سے جس کو دوست سمجھتا ہے۔

وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللہِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يُحِبُّ فَلَا يُحَدِّثُ بِهِ إِلَّا مَنْ يُّحِب (بخاری-حدیث ۳۲۹۲)

۴— کسی صالح، صائب الرائے سے خواب کی تعبیر لینا۔

خلاصہ یہ کہ خواب کی تین قسمیں ہیں، ایک حدیث نفسانی اور دوم حدیثِ شیطانی، سوم القائے ربانی اور رؤیائے حقانی، اول کی دو قسمیں فاسد اور ناقابل تعبیر ہیں، تیسری قسم وحی (رؤیائے حقانی) ہے جس کو حدیث میں رؤیائے صالحہ اور رؤیائے صادقہ کہا گیا ہے۔

طابع، ناشر، مدیر (مولانا) محمد عاقل (صاحب) ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے
سبھاش پرنٹنگ پریس نواب گنج چوک سہارنپور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور سے شائع کیا

انوارِ حدیث

جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے

مولانا محمد خالد سعید مبارکپوری
استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

جوش مارنے والی نبیذ سے ممانعت

قال أبو موسیٰ:أتي النبيَ صلى الله عليه وسلم بنبيذٍ يَنِشُّ،قال:اِضْرِبْ به الحائطَ لايشربُه من كان يؤمن بالله واليوم الآخر۔ (مسند الرویانی ۱/۳۶۱،والسنن الکبریٰ للبیہقی ۸/۳۰۳)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (گھڑے کی) ایسی نبیذ لے کر آئے جو جوش مار رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے دیوار پر پھینک ڈالو، جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اسے نہیں پیتا۔

نبیذ یعنی وہ پانی جس میں کھجور، یا کشمش وغیرہ بھگو کر اتنی دیر چھوڑ دینا کہ پانی میں اس کی مٹھاس آجائے اور پھر اسے پی لینا۔

لیکن جب اس نبیذ کو زیادہ وقت تک یوں ہی چھوڑ دیا جاتا ہے تو اس میں شدت اور جوش پیدا ہوجاتا ہے، اور اس کی مٹھاس ختم ہوجاتی ہے اور وہ خراب ہوجاتی ہے اور پھر اس کے بعد اس میں جھاگ اور نشہ پیدا ہوجاتا ہے، اس لیے شدت پیدا ہوجانے کے بعد اس کا استعمال ممنوع ہے اور اسی بات کو مذکورہ بالا حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے۔

البتہ ایسی نبیذ جس میں شدت پیدا نہ ہوئی ہو اس کا پینا بالاتفاق جائز ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسی نبیذ استعمال فرمایا کرتے تھے جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن مقاتل بن حيان قال حدثتني عمتي عمرة عن عائشة أنها كانت تنبذ لرسول الله صلى الله عليه وسلم غدوةً فإذا كان من العشي فَتَعَشّى شَرِبَ على عَشائه فإن فضل شئ صببتُه أو فرغتُه ثم تنبذ بالليل فإذا أصبح تغدّى فشرب على غَدائه،قالت نغسل السقاء غدوةً وعشيةً فقال لها أبي:مرتين في يوم؟!قالت نعم۔ (رواہ ابوداؤد ۲/۵۲۲ واللفظ لہ،والترمذی ۲/۹)

مقاتل بن حیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے میری پھوپھی عمرہ نے بیان کیا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صبح میں نبیذ بناتی تھیں چناں چہ جب شام ہوتی اور شام کا کھانا تناول فرماتے تو اس کھانے کے بعد اسے پی لیتے پھر اگر کچھ نبیذ بچ جاتی تو میں اسے بہا دیتی تھی، پھر رات میں نبیذ بناتی تھیں پھر جب صبح ہوتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کا کھانا تناول فرماتے تو اس کھانے کے بعد اسے پی لیتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم مشکیزے کو صبح وشام دھودیا کرتے تھے، مقاتل فرماتے ہیں کہ میرے والد نے میری پھوپھی سے تعجباً پوچھا کہ دن میں دو مرتبہ؟! تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔

اور ابن ماجہ (ص ۲۴۳) میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چمڑے کے مشکیزے میں نبیذ بناتے تھے چناں چہ ہم ایک مٹھی کھجور یا ایک مٹھی کشمش لے کر مشکیزے میں ڈال دیتے اور اس پر پانی ڈال دیتے، ہم صبح کو نبیذ بناتے تو آپؐ اسے شام میں پی لیتے اور شام میں بناتے تو صبح میں پی لیتے تھے۔

عن يحى بن عبيد أبي عمر البهراني قال سمعتُ ابنَ عباس يقول: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينتبذُ له أولَ الليل فيشرَبُه إذا أصبح يومَه ذاك والليلةَ التي تَجِئ والغدَ والليلةَ الأخرىٰ والغدَ إلى العصر فان بقي شئ سقاه الخادمَ أو أمر به فصُبَّ۔

(رواہ مسلم ۲/۱۶۸ واللفظ لہ، وأبوداود ۲/ ۵۲۲، والنسائی ۲/۳۳۵)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رات کے شروع میں نبیذ بنائی جاتی تھی تو جب صبح ہوتی تو اس دن اور آنے والی رات اور اگلے دن اور رات اور تیسرے دن عصر تک اس نبیذ کو پیتے تھے، پھر اگر کچھ نبیذ بچ جاتی تو اسے خادم کو پلا دیتے یا اس کو بہا دینے کا حکم فرمادیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ان دونوں روایتوں میں مدت استعمال میں اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ گرمی کے زمانے میں چیزیں جلد خراب ہوجاتی ہیں اور سردی کے زمانے میں چیزیں دیر سے خراب ہوتی ہیں اس لیے گرمی میں ایک دن سے زیادہ استعمال نہیں فرماتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے اور سردی کے زمانے میں تین دن تک آپ نبیذ کو استعمال فرمالیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

اصلاحِ معاشرہ

منشیات کا استعمال

سماج اور ملک کو تباہ کر دیتا ہے

ڈاکٹر سراج الدین ندوی

مدیر ماہنامہ اچھا ساتھی۔ سرکڑہ بجنور–9897334419

ملک میں منشیات کے بڑھتے استعمال نے ہر کسی کو تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔ اعداد و شمار پر بھروسہ کریں تو بھارت میں فی خاندان ایک آدمی نشہ آور اشیاء کا استعمال کر رہا ہے، خواہ اس کی شکل گٹکا، پان والا تمباکو، حقہ، بیڑی، اور کھینی چینی ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے علاوہ شراب، افیم، گانجہ اور چرس کا استعمال بھی پہلے کے مقابلے کئی گنا بڑھ گیا ہے۔

ایک حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اب نشہ کے لیے ایسی چیزیں استعمال کی جانے لگی ہیں جن کو عرف عام میں نشہ آور نہیں کہا جاسکتا۔ مثلاً ٹائر پنکچر جوڑنے والا لوشن، انک کو مٹانے والا وہائٹنر وغیرہ۔ اسی کے ساتھ قابل افسوس امر یہ ہے کہ حکومتیں آبکاری ٹیکس وصولنے کے چکر میں اس جانب سنجیدگی سے متوجہ نہیں ہیں۔

نشہ کیا ہے؟ ہر وہ حالت جس میں انسان صحیح اور غلط کی تمیز کھو دیتا ہے۔ چاہے وہ شراب پی کر ہو یا کسی اور ذریعہ سے۔ دماغی توازن کو خراب کرنے والی اشیاء نشہ آور ہیں۔ عربی زبان میں خمر ہر اس شے کو کہتے ہیں جو عقل کو ڈھانپ لے، خواہ وہ کسی بھی شے سے بنی ہو۔ احادیث میں خمر کے بارے میں حکم ہے:۔

كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَام ” (ہر نشہ آور شے خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو لوگ شراب کے عادی ہوتے ہیں انھیں شراب پی کر نشہ نہیں ہوتا اور ان کا دماغی توازن برقرار رہتا ہے اس لیے وہ چیز ان کے کیوں کر ممنوع ہوسکتی ہے۔ اول تو یہ بات سو فیصد درست نہیں ہے اور اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ بعض لوگوں کو شراب یا تمباکو کا نشہ نہیں ہوتا، لیکن اس کے

نقصان دہ ہونے پر تو ساری دنیا کے اہل عقل وفہم متفق ہیں۔اگر ایسا نہیں ہے تو سگریٹ اور گٹکوں کے پیکٹ پر وارننگ کیوں درج کی جاتی ہے۔شراب کے خلاف اشتہار بازی پر رقم کیوں خرچ کی جارہی ہے، نشہ مکت کیندر کیوں قائم کیے جارہے ہیں۔اسلام میں حرام اشیاء میں قلت وکثرت کی قید نہیں ہے بلکہ جس کا کل حرام ہے اس کا جز بھی حرام ہے۔

اقوام متحدہ کے ادارے UNODC کی ۲۰۲۰ء ورلڈ ڈرگ رپورٹ کے مطابق،۳۵ ملین سے زیادہ لوگ منشیات کے استعمال کے نتائج سے دوچار ہوئے۔ڈبلیو ایچ او کے مطابق دنیا میں تمباکو کے استعمال سے ہر سال ۸ ملین سے زیادہ لوگ مرتے ہیں جن میں سے ۱.۲ ملین اموات صرف غیر فعال تمباکو نوشی سے ہوتی ہیں۔اقوام متحدہ کی ایک اور رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں دس لاکھ سے بھی زیادہ افراد ہیروئن کے عادی بن گئے ہیں۔ملک کے مختلف حصوں میں تمباکو، بھنگ، چرس، گانجا، ہیروئن،سفید پاؤڈر، براؤن شوگر، افیون، نشہ آور پکوڑے، بھنگ کے پاپڑ اور اس کے علاوہ نشہ آور ادویات سب سے زیادہ استعمال کی جانے والی چیزیں ہیں جن میں کوریکس، نشہ آور انجکشن اور نشہ آور گولیاں بھی شامل ہیں۔یہ مادے کئی طرح سے لئے جاتے ہیں، کچھ کو کھایا جاتا ہے کچھ کو سونگھ کر لیا جاتا ہے اور کچھ انجکشن کے ذریعے نس میں چڑھایا جاتا ہے۔آل انڈیا انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنس (ایمس) کے ذریعے کیے گئے ایک سروے کے مطابق ہندوستان میں تقریباً ساڑھے آٹھ لاکھ بچے انجکشن کے ذریعے منشیات لیتے ہیں، قریب ساڑھے چار لاکھ بچے اور اٹھارہ لاکھ بالغ سونگھ کر نشیلی ادویات کا استعمال کرتے ہیں۔شراب پینے والوں کی تعداد کروڑوں میں ہے اور تمباکو کا استعمال اس قدر عام ہو گیا ہے کہ بھارت جیسے ملک میں اس کے استعمال کنندگان کا شمار ہی ممکن نہیں ہے۔

منشیات کے کثرت استعمال میں کارفرما سب سے اہم عنصر یہ ہے کہ کم قیمتوں پر منشیات تک رسائی آسان ہے، شراب کے اڈوں کو تو حکومت کی جانب سے لائسنس عطا کیے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ تیزی سے بدلتے ہوئے سماجی اصول، منشیات کے اڈوں کا آبادیوں میں وجود، بے روزگاری اور معاشی بدحالی، خاندان کے اندر اور تعلیمی اداروں میں منشیات کے استعمال سے متعلق آگاہی کا فقدان وغیرہ ایسے عناصر ہیں جنھوں نے منشیات کو فروغ دیا ہے۔

ایک جائزہ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ اضطراب، افسردگی، غصہ، جرم، غم، خود اعتمادی

میں کمی، مایوسی، تجسس اور تجربہ کرنے کی ترغیب، میڈیا کی تصویر کشی کا اثر، ساتھیوں کا دباو، والدین، خاندان اور برادری کی جانب سے تعاون کی کمی جیسی وجوہات سے طلباء اور نوجوانوں میں منشیات کا استعمال بڑھ رہا ہے۔زیادہ تر نوجوان عام طور پر ہلکی منشیات جیسے سگریٹ، چھالیہ، گٹکا،نسوار اور پان سے شروع کرتے ہیں اور پھر ہیروئن، افیون، کوکین وغیرہ جیسی سخت نشہ آور ادویات کی طرف چلے جاتے ہیں۔

منشیات کا نقصان صرف فرد واحد کو ہی نہیں ہوتا بلکہ سماجی تانا بکھر جاتا ہے، ملک زوال اور پستی میں چلا جاتا ہے۔جو شخص نشہ کرتا ہے وہ اپنی یا اہل خانہ کی کمائی کا ایک بڑا حصہ نشہ میں اڑا دیتا ہے۔جس سے گھر کا بجٹ بگڑ جاتا ہے۔وہ فیملی جس کا صرف ایک فرد نشہ کرتا ہے ہر وقت اضطراب میں مبتلا رہتا ہے، اس گھر کے باقی بچوں کی تعلیم متاثر ہوتی ہے،نشہ کرنے والا کبھی کبھی ایسی غیر اخلاقی حرکت کر بیٹھتا ہے کہ پورے خاندان کی ناک کٹوا دیتا ہے اور پولس تھانے اور عدالت کے چکر لگوا دیتا ہے۔جس سماج کے ہر گھر میں ایک نشہ کرنے والا موجود ہو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ سماج کس پستی کی جانب سفر کر رہا ہے۔ نوجوان جو ملک کا مستقبل ہیں جب نشہ کے عادی ہو جاتے ہیں تو ملک کے لیے کوئی قابل ذکر خدمات انجام نہیں دے پاتے۔اس طرح ملک اپنے قیمتی سرمایہ سے محروم ہو جاتا ہے۔نشہ کا عادی دنیا سے جلد رخصت ہو جاتا ہے اور اپنے پیچھے بیوہ اور یتیم و بے سہارا بچوں کو چھوڑ جاتا ہے۔

ان تباہ کن نقصانات کے باعث دین اسلام میں ہر نشہ آور شئی حرام ہے۔نزول قرآن کے وقت کے انسانی معاشرے میں شراب نوشی کو ہی نشہ کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے شراب کو "ام الخبائث" کہہ کر اس کا استعمال حرام قرار دے دیا ہے، معاشرے میں نشہ آور چیزوں سے پیدا ہونے والی خرابیوں کو روکنے کے لیے اس کا استعمال کرنے والے، اس کے کاروبار میں ملوث افراد پر حدیں مقرر کر دی ہیں۔

اسلام نے ہر اس چیز کو جو کسی بھی صورت میں نشہ کا سبب بنتی ہو اس پر حرام کی مہر لگا کر اس کے استعمال کو ممنوع قرار دے دیا۔

نسائی کی روایت میں شراب کو "ام الخبائث" (یعنی تمام جرائم کی ماں) اور ابن ماجہ کی حدیث رسول ﷺ نے اسے "اُم الفواحش" (بے حیائیوں کی جڑ) قرار دیا ہے۔ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جیسے درخت سے شاخیں پھوٹتی ہیں، اسی طرح شراب سے برائیاں۔(سنن ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شراب نوشی کو شیطانی عمل سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا: ''اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام ہیں اور شیطانی اعمال میں سے ہیں۔ اس لیے ان سے بچو، تا کہ نجات پا جاؤ۔'' (المائدہ۔۹۰)

نشہ کا ایک نقصان یہ ہے کہ اس کے ذریعہ افراد کے درمیان عداوت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے، یہ دشمنی جان لیوا بھی ثابت ہوتی ہے۔ اس جانب قرآن پاک میں ان لفظاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ ''شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے درمیان دشمنی اور رنجش ڈلوادے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو تم کو (ان کاموں سے) باز رہنا چاہیئے۔'' (المائدہ۹۱)

دور رسالت میں شراب کے علاوہ بعض دوسری اقسام کی نشہ آور اشیاء بھی پائی جاتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو حرام قرار دیا۔ ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شہد کی نبیذ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''ہر شراب جو نشہ پیدا کردے وہ حرام ہے۔'' (ترمذی)

نشہ صرف ایک گناہ نہیں ہے بلکہ یہ دیگر گناہوں کا سبب ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک خوبصورت عورت نے اپنے پاس شراب رکھی اور ایک بچہ کو رکھا اور ایک شخص کو مجبور کیا کہ وہ تین میں سے کم از کم ایک برائی ضرور کرے، یا تو وہ اس عورت کے ساتھ بدکاری کرے، یا اس بچہ کو قتل کردے، یا شراب پیئے، اس شخص نے سوچا کہ شراب پینا ان تینوں میں کمتر ہے، چنانچہ اس نے شراب پی لی، لیکن اس شراب نے بالآخر یہ دونوں گناہ بھی اس سے کرا لیے۔ (نسائی)

اس لعنت سے خود کو اور اپنی نسلوں کو بچانے کے لیے ہم سب کو میدان میں آنا چاہئے۔ حکومت سے شراب اور دوسری نشہ آور اشیاء پر مکمل پابندی کا مطالبہ کرنا چاہئے۔ اپنے آس پاس نشہ آور اشیاء کی فروختگی کے اڈوں کو ختم کرانا چاہئے۔ ملی تنظیموں کو نشہ کے خلاف مہم چلانا چاہئے۔ ائمہ وخطباء کو مساجد کے ذریعہ عوام میں نشہ کے خلاف بیداری پیدا کرنا چاہئے۔ مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ہر برائی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ نہی عن المنکر ان کا فرض منصبی ہے۔

حاصل مطالعہ

وطن واہل وطن سے محبت اسلام کی نظر میں

مولانا شبیر احمد مظاہری

دار العلوم رشیدیہ، بستی، یوپی

وطن سے الفت ومحبت ایک ایسا فطری جذبہ ہے جو ہر انسان بلکہ ہر ذی روح میں پایا جاتا ہے، جس سرزمین پر انسان پیدا ہوتا ہے، جس جگہ وہ اپنی زندگی کے شب وروز گذارتا ہے وہ سرزمین اس کا وطن کہلاتی ہے، وہاں کے کھیت، کھلیان راستے گلیاں، در ودیوار، پانی، ہوائیں غرضیکہ ہر ایک چیز سے اسکی یادیں وابستہ ہوتی ہیں۔ یہی وہ پاکیزہ جذبہ ہے جو حُبُّ الوطن کہلاتا ہے۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اوراس کی تمام تر تعلیمات واحکامات فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں اس لئے مذہب اسلام نہ صرف اس فطری جذبہ (جذبۂ حب الوطنی) کا احترام کرتا ہے بلکہ وطن کے تئیں ایسے پُرامن وخوشگوار ماحول کا طالب ہے، جہاں رہ کر انسان اپنے وطن کے لئے عظیم وقابل قدر کارنامے انجام دے سکے، اور تمام اہل وطن آپس میں مل جل کر پیار ومحبت، اتحاد ویگانگت اور چین ومسرت کی زندگی بسر کرسکیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی اس دعا کا نمایاں طور پر ذکر ملتا ہے جو آپ نے اپنے وطن (مکہ) اور اہل وطن کی ترقی وخوشحالی اور برکت وعافیت کے لئے اللہ رب العزت سے مانگی تھی۔ چنانچہ سورۂ بقرہ میں ارشاد خداوندی ہے ”وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ“ اے اللہ تو اس شہر (مکہ) کو امن والا شہر بنادے اور یہاں کے ان تمام باشندوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں مختلف قسم کے پھل عطا فرما۔

اسی طرح قرآن پاک کی ایک دوسری آیت اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ کی شان

نزول کا جو پس منظر ہے وہ بھی مذہب اسلام میں حب الوطنی کا ایک عظیم و بابرکت نمونہ ہے، مفسرین کرام اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ سے مدینہ کے لئے ہجرت فرمارہے تھے تو اپنے وطن (مکہ) سے جدائی کا آپ کو بیحد صدمہ تھا۔ چہرۂ مبارکہ پر اداسی چھائی ہوئی تھی اور آپ بار بار مڑ کر مکہ کی وادیوں کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے جارہے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ مقام جحفہ پر پہونچے جہاں سے مکہ سے مدینہ کی جانب جانے والی شاہراہ ملتی تھی تو آپ سے رہانہ گیا اور مکہ کی جانب رخ کر کے پر درد لہجہ میں فرمایا۔

اے مکہ! خدا کی قسم تو روئے زمین پر مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور خدا کو بھی اپنی سرزمین میں تو ہی سب سے بڑھ کر محبوب ہے اگر تیرے باشندوں (مشرکین) نے مجھے نہ نکالا ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑتا۔ (تفسیر قرطبی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس اظہار بے بسی اور حد درجہ صدمۂ فرقت پر رحمت خداوندی جوش میں آگئی، فوراً حضرت جبرئیل علیہ السلام مذکورہ آیت لے کر نازل ہوئے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے بشارت دی گئی ہے کہ اے نبی! مکہ مکرمہ سے یہ جدائی چند روزہ ہے جس ذات نے آپ پر قرآن کی (تلاوت و تبلیغ اور اس پر عمل فرض فرمایا ہے) وہی ذات آپ کو پھر معاد (مکہ) کی طرف عزت و احترام کے ساتھ لوٹائے گی۔

تاریخ شاہد ہے اور دنیا نے بھی کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ فتح مکہ کے ذریعہ اللہ نے اس بشارت کو سچ کر دکھایا۔ اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہایت شان و شوکت اور مقام و مرتبہ کے ساتھ مکہ میں داخل فرمایا یہ اور بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے باوجود فتح مکہ کے وہاں سکونت اختیار نہیں کی بلکہ مدینہ میں مستقل وطن بنایا۔ اور یہیں رہ کر زندگی کے بقیہ ایام گذارنے کو ترجیح دی۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شہر مدینہ کو اپنا وطن بنایا تو اس کے تئیں بھی اسی طرح محبت و عقیدت کا اظہار کیا جس طریقہ پر مکہ سے کیا تھا۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ”میں مدینہ کو اسی طرح حرام قرار دیتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دینے کے لئے اللہ سے دعا مانگی تھی“

روایتوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس طرح شہر مکہ کے لئے برکت کی دعا مانگی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شہر مدینہ کے لئے اسی طرح کی برکت کی دعا مانگی، پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا مانگی ”**اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ مُدِّنَا وَ صَاعِنَا**“ اے اللہ! ہمارے (مدینہ) کے مد میں بھی برکت عطا فرما، اور صاع میں بھی برکت عطا فرما۔

(نوٹ: مد اور صاع دونوں اس زمانہ میں عرب میں مروجہ پیمانوں کے نام تھے جن سے غلہ وغیرہ کی ناپ، تول کی جاتی تھی)۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ سفر سے واپس ہوتے تھے تو جیسے ہی مدینہ کے قریب پہونچتے اور مدینہ کے درو دیوار نظر آنے لگتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفور شوق میں اپنی سواری کو تیز کردیتے اور اگر کسی جانور کی پُشت پر ہوتے تو اسے ایڑ لگاتے تا کہ جلدی مدینہ پہونچ جائیں۔

صحیح مسلم کی ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے وطن (مدینہ) کے بارے میں ارشاد فرمایا: کہ جو آدمی اس مدینہ کی تکلیفوں پر صبر کرے گا تو میں قیامت کے دن اس کے لئے شفاعت کروں گا اور جو مدینہ والوں کے ساتھ برائی کا معاملہ کرے گا تو رب العزت اس کو ایسا گُھلا دے گا جیسے نمک میں پانی گُھلتا ہے۔

درج بالا آیات واحادیث سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ اپنے وطن سے محبت وعقیدت رکھنا اور ان کے لئے خیر وبرکت کی دعائیں کرنا انبیاء کرام کا اسوہ اور طریقہ ہے نیز دین اسلام کی نظر میں ایک مقدس عمل ومستحسن قدم ہے وہیں اس سے ہمیں یہ درس بھی ملتا ہے کہ ہم بھی اپنے وطن اور اہل وطن سے بے لوث محبت کریں ان سے قلبی وجذباتی تعلق قائم رکھیں۔ ان کی ترقی وخوشحالی اور سالمیت وبقاء اور امن وامان کے لئے دعائیں کریں۔ اپنے وطن کے عظیم کارناموں اور اس کی سنہری تاریخ پر فخر کریں اور وطن کی عظمت وسربلندی کے لئے اپنا تن، من، دھن، نچھاور کرنے کے لئے ہمہ وقت مستعد رہیں۔ یہی سچے محب وطن کی علامت ہے۔ بقول شاعر ؎

یہ وہ جذبہ ہے، جس سے قوم کی تقدیر بنتی ہے		یہ وہ جذبہ ہے، جس سے خاک بھی اکسیر بنتی ہے
اسی جذبے سے ہوتا ہے شعور قومیت پیدا		یہی کرتا ہے ذہنوں میں جنون قومیت پیدا
اسی جذبے کے سائے میں غم جمہور پلتا ہے		تخیل خدمت وایثار کے سانچے میں ڈھلتا ہے

ضروری اعلان

ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور کے جو ممبر اپنی سہولت کے لئے اسے رجسٹرڈ ڈاک سے منگانا چاہتے ہیں وہ ماہنامہ کی سالانہ فیس کے ساتھ ساتھ رجسٹرڈ ڈاک کا محصول مبلغ / 270 روپئے الگ سے ارسال کریں، ان شاء اللہ ان کے پتے پر ماہنامہ رجسٹرڈ ڈاک سے ہر ماہ بھیجا جائے گا۔ خط وکتابت اور کسی قسم کے رابطہ کے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور بتائیں۔ (ادارہ)

علمی تحقیق گذشتہ سے پیوستہ

کیا قرآنِ کریم میں سائنس کی تعلیم بھی ہے؟

مولانا محمد معاویہ سعدی
استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

اپنے ذوقِ تحقیق کی تسکین کے لیے قرآن وحدیث کے نصوص میں مستور اسرار ورموز کی تلاش، اور دینی اَحکام ومسائل میں موجود علل وحِکَم کی تحقیق یہ تو الگ موضوع ہے، جس کی تفصیل گذشتہ شمارہ میں پیش کی گئی۔

یہاں ایک مسئلہ یہ بہت اہم ہے کہ بعض حضرات دوسروں کو جواب دینے کے لیے قرآن وحدیث میں اِن اُمور کی تحقیق کرتے ہیں، پھر اُن میں دو طرح کے لوگ ہیں:

۱– کچھ تو وہ لوگ ہیں جو نعوذ باللہ قرآن وحدیث سے زیادہ سائنس اور مغربی تحقیقات پر یقین رکھتے ہیں، اور سائنس واہلِ مغرب کے ہر دعوے کو مِن وعَن قبول کر کے، قرآن وحدیث سے اُس کی تائید پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بلکہ اُن میں بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جہاں تطبیق بن نہیں پاتی وہاں بجائے اِس کے کہ قرآن وحدیث کو قبول کر کے، سائنس اور مغربی مزعومات کو ٹھکرا دیتے، اور ''اِیمان بالغیب'' کا ثبوت دیتے، اِس کے برعکس وہ لوگ ملحدین کے مزعومات کو قبول کر کے، اُن کو مطمئن کرنے کے لیے، نعوذ باللہ قرآن وحدیث میں رکیک تاویلات کرتے ہیں، اور اس کے ذریعہ بزعمِ خود دین کا دفاع اور دین کی خدمت کرتے ہیں!۔ حالاں کہ اُن کی یہ کوشش درحقیقت سائنس اور اہلِ مغرب کا دفاع اور اُن کی خدمت ہے، اِسلام کی نہیں!!۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

> قرآن شریف کو کیا کھیل بنایا ہے لوگوں نے! نہ معلوم عقلیں کیسی مسخ ہوئی ہیں؟ یہ طرف داری دِین کی ہے، یا سائنس کی؟!
>
> موٹی سی بات ہے کہ دِین کی طرف داری تو جب ہوتی کہ دِین کو تسلیم کر کے سائنس کو اس کے مطابق کرتے، یہ طرفداری دین کی کیسی ہوئی کہ سائنس کو تسلیم کر کے دِین کو اُس کے مطابق کرنا چاہتے ہیں!۔

یہی فرق ہے علمائے اہل حق اور آج کل کے لوگوں کی رَوِش میں، علمائے اسلام نے بھی احکامِ شریعت میں عقلی مصالح دریافت کی ہیں، اور اِس مبحث پر کتابیں لکھی ہیں، جن سے یہ لوگ بھی استدلال کرتے ہیں کہ علمائے حال کا جمود اور تعصب ہے کہ جب ہم عقل اور نقل کو مطابق کرکے دکھاتے ہیں، ہم پر اِعتراض کرتے ہیں، حالاں کہ ان کے علماء نے بھی ایسا کیا ہے!۔

(حالاں کہ) یہ صرف مغالطہ ہے، اگلے علماء نے دِین کو مقدم رکھ کر، عقل سے اس کی مصلحتیں دریافت کی ہیں، اور یہ لوگ عقل (اور سائنس) کو مقدم رکھ کر دین کو اس کے مطابق کرنا چاہتے ہیں۔ [اقتباس بحوالہ مضمون : مولانا حکیم فخر الاسلام صاحب مظاہری زیدہم]

۲— دوسرے کچھ حضرات وہ ہیں جن کو دینی اَحکام ومسائل پر مکمل اعتماد ویقین اور کتاب وسنت کی باتوں پر پورا پورا اِیمان حاصل ہوتا ہے، اور وہ صرف اِسلام کی برتری اور حقانیت کے اثبات کے طور پر، اِس طرح کے موضوعات سے دلچسپی رکھتے ہیں، اور اہلِ سائنس کو ”عطائے تو بہ لقائے تو“ (تمھاری چیز تم ہی کو واپس) کے اُصول سے محجوج کرنا چاہتے ہیں کہ دیکھو جو تمھاری سائنس آج کہہ رہی ہے، وہ بات ہمارے ہاں چودہ سو سال پہلے سے موجود ہے۔

یہ بظاہر تو بہت اچھا نقطۂ نظر ہے، اور اِسی پہلو سے گذشتہ ڈیڑھ سو سالوں میں مسلمانوں کے مختلف حلقوں کی طرف سے ”اسلام اور سائنس“، ”قرآن اور سائنس“ اور ”سنتِ نبوی اور جدید سائنس“ وغیرہ عنوانات پر بیسیوں، بلکہ شاید سیکڑوں کتابیں، مقالات اور مضامین لکھے جا چکے ہیں۔

البتہ اِس کے متعلق ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

...کسی نصِّ شرعی نے نہ اس (حرکتِ ارض) کا اِثبات کیا ہے نہ نفی کی ہے، پس اِثباتاً یا نفیاً یہ مسئلہ اِسلامی اور شرعی نہیں ہے، محض ایک عقلی (اور مشاہداتی) مسئلہ ہے، دونوں جانب احتمال اور گنجائش ہے، اور کسی (بھی) احتمال پر کسی آیت وحدیث پر کوئی اشکال لازم نہیں آتا...

اور محض اِس فخر کے حاصل کرنے کو یہ تفسیر کرنا کہ جس مسئلہ کو بہت تحقیق کے بعد جدید فلسفہ نے اب دریافت کیا ہے ہزاروں برس پہلے وہ مسئلہ اسلام میں حل ہو چکا ہے؛ محض فضول ہے۔

اول تو بعد اِثباتِ قدامت اِس مسئلہ کے، کوئی مخالف یہ شبہ کرسکتا ہے کہ اسلام نے اپنی تحقیقات میں قدمائے حکماء سے اقتباس کیا ہے (جیسا کہ اس کی تفصیل بھی حضرتؒ نے لکھی ہے، اور جیسا کہ آج کل اِس کا تجربہ بھی ہو رہا ہے)، سو یہ فخر تو اور اِہانت ہو گیا۔

دوسرے قرآن جس فن کی کتاب ہے اس میں سب سے ممتاز ہونا، یہ فخر کی بات ہے، یعنی

اثباتِ توحید و اِثباتِ معاد و اصلاحِ ظاہر و باطن۔ اگر سائنس کا ایک مسئلہ بھی اس میں نہ ہو کوئی عیب نہیں، اور اگر سائنس کے سب مسئلے ہوں تو فخر نہیں، قرآن کو ایسی خیر خواہی کی ضرورت نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم‘‘ (امداد الفتاوی، ج۶ ص ۱۶۲ــ ۱۶۰)۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں :

آج کل یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ دنیوی مقاصد اور سائنس کے مسائل کو زبردستی قرآن میں ٹھونسنا چاہتے ہیں، جو نہایت ہی خطرناک بات ہے، اور یہ اس کو فخر سمجھتے ہیں، میں ہمیشہ اِس طرز سے منع کرتا ہوں، قرآن پاک کا یہی فخر ہے کہ اس میں غیر دین کچھ نہیں ہے۔ ۔ ۔ ، بہت سے دشمن، دوست نما ہوتے ہیں کہ دوستی کی پردے میں دشمنی کرتے ہیں، یہ طرز اسلام کے ساتھ دوستی نہیں دشمنی ہے، اگر آج ایسی چیزیں تم نے قرآن پاک سے ثابت کردیں اور کل کو وہ تحقیق کے بعد غلط ثابت ہوئیں تو کیا یہ قرآن کی تکذیب کا سامان نہیں کر رہے ہو؟! (ملفوظات، الافاضات الیومیہ ۶/ ۷۸)۔

ایک اور جگہ فرمایا :

... میں سچ کہتا ہوں کہ سائنس کو قرآن میں داخل کرنا؛ چند روز میں دین کو بالکل منہدم کرنا ہے، کیونکہ کہ سائنس کی تحقیقات بدلتی رہتی ہیں، آج جو بالاتفاق تسلیم کی جاتی ہیں وہ کل کو ایسی غلط ثابت ہوتی ہیں کہ اس پر وہی لوگ ہنستے ہیں جن کی وہ تحقیق تھی۔

یہ طریق جو اختیار کیا گیا ہے یہ سخت مضر ہے۔ اِس میں بڑی دشمنی ہے اِسلام کے ساتھ، اِس لیے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سائنس کے مسائل منقح نہیں ہوئے، اور اِس کو اہلِ سائنس بھی مانتے ہیں کہ ہم کو اَب تک اِس دریا کا قطرہ بھی حاصل نہیں ہوا۔

اگر آج قرآن کو بھی اس کے مطابق کرلیں تو جس وقت اس کی غلطی ثابت ہوگی اُس وقت قران کریم کا غلط ہونا بھی ثابت ہو جائے گا۔ پھر قسمت کو روئیو!

لوگ اِدھر اُدھر کے مسائل کو قرآن شریف سے ثابت ہونے کو فخر سمجھتے ہیں، قرآن کا فخر یہ ہے کہ اس میں غیر دین نہیں ہے، جیسا کہ ’’طبِّ اکبر‘‘ (نامی طب کی مشہور کتاب) کے لیے فخر ہو سکتا ہے تو یہ ہی کہ اسمیں جوتے گانٹھنے کا بیان نہیں ہے، نہ یہ کہ اس میں کہیں جوتیاں گانٹھنے کی ترکیبیں بھی درج ہوں، اگر کوئی ’’طب اکبر‘‘ میں یہ صنعت بھی شامل کردے تو واللہ کوئی اس کو ہاتھ بھی نہ لگائے!‘‘۔

’’ایک صاحب نے مَنی میں کیڑے ہونے کا ثبوت قرآن کریم سے دیا، سورۂ اقرأ میں لفظِ مِنْ عَلَقٍ سے، کہ ’’علق‘‘ جونک کو کہتے ہیں اور ’’علق‘‘ اور کیڑا (جونک) ایک ہی چیز ہے، ہمارے قرآن میں وہ چیزیں موجود ہیں جو اَب تیرہ سو برس کے بعد لوگوں کو معلوم ہوئیں۔

(احقر عرض کرتا ہے کہ یہاں یہ واضح رہے کہ اصل مسئلہ منی میں کیڑے کے ہونے نہ

ہونے کا نہیں ہے، بلکہ قرآن سے اُس کے ثبوت کا ہے، جو بہر حال نہیں ہوتا)

دِین میں ایسی جرأت ہوئی ہے لوگوں کو کہ ہر شخص دخل دینے کو تیار ہے، لغت تک کے علم کی ضرورت نہیں رہی! ہر کیڑا تو جونک نہیں، اور منی میں جونک نہیں، اور مجاز کی کوئی دلیل نہیں، پھر القرآن یُفسّر بعضُه بعضاً۔ چنانچہ دوسری آیت میں فرمایا ہے: {مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ}[الحج ۵]،جس سے صاف واضح ہوا کہ ''علق'' ایسی کوئی چیز ہے جو ''نطفہ ومضغہ'' کے درمیان ہے، تو وہ خونِ بستہ ہے، اور کیڑا تو نطفہ کے ساتھ ہوتا ہے، نہ کہ نطفہ اور مضغہ کے قبل۔ پس ''علق'' کے معنی عرب میں خونِ بستہ کے ہیں۔

کیا یہ قرآن سے عقیدت اور محبت ہے کہ اس میں وہ چیزیں داخل کی جاتی ہیں جن کو اس کی زبان بھی شامل نہیں، اور ان خرافات کو حمایتِ دین کہا جاتا ہے؟!!۔

ایک صاحب نے قرآن شریف سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ دانہ میں نصف مادہ اور نصف نر ہوتا ہے، یہ بھی سائنسِ جدید کی تحقیق ہے، اِس کے لیے ان کو یہ آیت مل گئی: {سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ}[یٰس ۳۶]، معلوم ہوا کہ ''مماتنبت الارض''(زمین کی پیداوار) میں بھی ازواج یعنی میاں بیوی ہیں۔

(انھوں نے ''ازواج'' کا ترجمہ ''میاں بیوی'' سے کیا، حالانکہ ''زوج'' کے یہاں یہ معنی نہیں ہیں، بلکہ اس سے مراد نسبتِ تقابل ہے، خواہ وہ کسی بھی طور پر ہو، جیسے کہ میاں بیوی، یا آسمان وزمین، جوہر وعرض، گرمی وسردی، شیریں وتلخ، چھوٹی وبڑی، خوشنما وبدنما، سفیدی وسیاہی، روشنی وتاریکی...وعلیٰ ہٰذا)۔

جو جس کی سمجھ میں آتا ہے کہتا ہے، نہ معلوم یہ لوگ {وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ}[التکویر ۷]، کے کیا معنی کرتے ہوں گے؟! ''تزویج'' باب تفعیل ہے ''زوج'' سے۔ اِس کے معنی ان کی تقریر کے موافق میاں بی بی بنانے کے ہوئے۔ تو یہ معنی ہوئے کہ قیامت کے دن لوگوں کے نکاح کرائے جائیں گے! (حالاں کہ آیت کے اصل معنی یہ ہیں: جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کئے جاویں گے(کافر الگ، مسلمان الگ، پھر اُن میں ایک ایک طریقہ کے الگ الگ)، جیسا کہ دوسری جگہ ہے: {وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً}[الواقعۃ ۷]۔

اکثر نئی روشنی والے تو ایسے احمق ہیں کہ جہاں کوئی نئی بات دیکھتے ہیں کہتے ہیں کہ واہ کیا عجیب تحقیق ہے؟! پرانی بات کیسی ہی ہو اُس کو پسند نہیں کرتے، اُن کا یہی مذاق ہے، اور ہم مذاق میں مزاحمت نہیں کرتے، مگر اس مذاق کی تائید میں قرآن وحدیث پر کیوں مشق کرتے ہیں؟ ناگواری اس پر ہوتی ہے۔

مگر آج کل کے مدعیانِ عقل کا مذاق یہ ہو گیا ہے کہ ہر چیز کو قرآن شریف میں ٹھونسنا چاہتے ہیں،

خواہ وہ چیز قرآن سے کچھ بھی تعلق نہ رکھتی ہو۔ چنانچہ ایک صاحب نے {وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ} [التکویر ۱۰] کی تفسیر میں لکھا ہے کہ قیامت کے قریب اخبار بہت جاری ہو جائیں گے ... الخ'' (حالاں کہ یہاں مراد لوگوں کے نامۂ اعمال ہیں جو قیامت کے دن اُن کے سامنے کھولے جائیں گے)۔

(ملخصا از اطاعت الاحکام ص ۱۶۔ اشرف الجواب ص ۳۳۶۔ بتصرف)۔

حضرت فرماتے ہیں:

قرآنِ کریم میں جس قدر فہم کی ضرورت ہے اس کے لیے کتنے آلات کی ضرورت ہے، جیسے صرف، نحو، منطق، حدیث، تفسیر، ادب، فقہ، معانی وغیرہ وغیرہ۔ اصل تو اتنی ہے، اگر یہ نہ ہو تو مجبوری میں ان سب کے قائم مقام یہ ہے کہ کسی عالم محقق سے پڑھ لیں، یہ بھی نہ ہو تو سوائے گمراہی کے کچھ نہیں۔

چنانچہ میں نے وعظ میں بیان کیا کہ کسی سے ترجمہ نہ پڑھنے اور خود دیکھنے میں بڑی بڑی خرابیاں ہیں ۔ رہا ''بینات'' (کھلی ہوئی نشانیاں) وغیرہ جو الفاظ آئے ہیں قرآن مجید میں؛ سو میں نے کہا کہ اول تو وہ مبادی حاصل کرنے والے کی نسبت ہے (یعنی جس نے قرآن فہمی کی بنیادی شرائط پوری کرلی ہوں اُس کے لیے ایسے مضامین آسان ہیں)۔

دوسرے علوم قرآن کی نصیحت کے دو جزو ہیں: ایک ترغیب وترہیب، دوسرا تحقیقات۔ سو ترغیب وترہیب کا جزو تو مشکل نہیں، مثلاً قیامت کے لیے تیاری کرو، دوزخ سے بچنے کی سعی کرو، جنت حاصل کرنے کی فکر کرو، وغیرہ وغیرہ۔ یہ تو دقیق نہیں، اِس کے اعتبار سے مطلقاً ''بینات'' ہے۔

باقی تحقیقات کا جزو تو وہ مشکل ہے، اور میں نے واقعات سے بھی ثابت کیا تھا کہ صحابہ تک کو غلطی واقع ہوتی تھی تو آپ سے پوچھتے تھے، اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ ﷺ سے زیادہ فہیم کون ہوگا؟ مگر خود آپ کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں: {ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ} [القیامۃ ۱۹]، کہ ہمارے ذمہ ہے اس کا بیان کرنا، سو جب آپ کو بھی ضرورت تھی بیان کی تو اوروں کی تو کیا حقیقت ہے!۔

میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اِس سے معلوم ہوا کہ علاوہ قرآن کے کوئی دوسری چیز بھی ہے جس سے اُس کی تبیین وتوضیح ہوتی ہے (اور ظاہر ہے کہ وہ حدیث ہی ہوگی، جیسا کہ خود قرآن میں اِس کی طرف صاف اِشارہ موجود ہے: {وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ}[النحل ۴۴]

(ملفوظات ج ۱۹، حسن العزیز ج ۳ ص ۲۴۱، ۲۴۰)۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

فروعی مسائلِ اسلام کو عقل سے ثابت کرتے ہیں، اور اس کی خبر نہیں کہ اِس طرح جڑ اِسلام کی کٹتی جاتی ہے۔ اِس مرض میں ہمارے بھائی بند بھی یعنی مولوی لوگ بھی مبتلا ہیں، اور اِس کی وجہ صرف حبِّ شہرت اور بعض میں حبِّ مال، اور اپنی ضرورتوں کو اہلِ دنیا کے پاس لے جانا ہے۔ ان

سے عطایا لینے کے بعد ان کو کچھ دینا پڑتا ہے، اور اُن کی حسبِ خواہش دین کو سائنس کے ساتھ مطابق کرنا پڑتا ہے، ورنہ اُن کی نظروں میں وقعت نہ ہو، اور عطایا میں کمی ہوجائے، یہ ہے وہ چیز جس نے ناس کر رکھا ہے (ملفوظات حکیم الامت ج ۲۰۔ حسن العزیز ج ۴ ص ۱۸۵، ۱۸۷)۔

[اقتباسات بالا بحوالہ مضمون: مولانا حکیم فخر الاسلام صاحب مظاہری زیدہم]۔

احقر عرض کرتا ہے کہ دفاعِ اسلام کے پہلو کے تحت بھی قرآن وحدیث کی جو سائنسی تحقیقات کی جاتی ہیں، حضرتؒ کے اِن اِرشادات سے اس طرزِ عمل اور نقطۂ نظر کی بھی تغلیط ہوتی ہے، اِس لیے کہ اِس میں قرآن وحدیث کے موضوع میں خلط ہوتا ہے، اور بعض مرتبہ اِس معاملہ میں غلو کی وجہ سے مقصدِ اصلی سے اِنحراف تک لازم آنے لگتا ہے، اور سب سے بڑھ کر ''اِیمان بالغیب'' کا جذبہ کمزور پڑ جاتا ہے، اور انسان مادی تحقیقات کو اصل سمجھنے لگتا ہے، جس کی قباحت ظاہر ہے۔

یہ واضح رہے کہ یہ سب باتیں خاص اُن لوگوں سے متعلق ہیں جو پہلے سے اِیمان کی دولت سے مشرف اور اہلِ حق کے سلسلے سے وابستہ ہیں، ایسے لوگوں کو قرآن وحدیث سے سائنسی انکشافات کی فکر میں نہیں پڑنا چاہیے، بلکہ اُن کے اَصل موضوع اور مقصد کو ذہن میں رکھتے ہوئے اُن سے اسی پہلو سے خود بھی منتفع ہونا چاہیے، اور دوسروں کو بھی اِیمان بالغیب ہی کی دعوت دینی چاہیے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک تمام اہلِ حق کا یہی طریقہ رہا ہے۔

تاہم اگر کسی غیر کو قرآن وحدیث کی تحقیق کا از خود شوق ہوجائے، اور وہ اپنے تئیں تقابل اور تحقیق کا کام کرنا چاہے، اور قرآن وحدیث کے الفاظ وتعبیرات پر ریسرچ کرنے کا ارادہ کرے تو ایسے لوگوں کے لیے تو قرآن کا یہ دعویٰ موجود ہی ہے: ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ (یہ ایسی کتاب ہے جس کے اندر کوئی شک وشبہ کی بات نہیں) یعنی اس کا ہر دعوی برحق، ہر خبر درست، اور ہر بات یقینی ہے، لہٰذا جس کو جو ریسرچ کرنی ہو کرلے۔

اَب اگر اُن کی تحقیقات اور ریسرچ سے قرآن وحدیث کی تصدیق ہوتی ہے (اِس طور پر کہ اُن کا نتیجہ قرآن وحدیث کے موافق آجائے)، اور ''اِیمان بالغیب'' سے محروم مادہ پرست افراد وطبقات اُن تحقیقات سے مجوج ہوتے ہیں، تو یہ ایک شر سے نکلنے والا خیر ہے، جس کی علی الاطلاق تائید اور حوصلہ افزائی تو نہیں کی جاسکتی، ہاں ضرورت کے موقع پر موقع سے فائدہ ضرور اُٹھایا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

نشانِ راہ

صحابۂ کرامؓ کا نکاح اور ولیمہ

مفتی ندیم احمد انصاری

دارالافتا، نالاسوپارہ، ممبئی

اسلامی شریعت میں ولیمہ مسنون ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا عملی نمونہ امت کے سامنے پیش کیا ہے۔ آپ ﷺ اور آپ کے وفادار اور جاں نثار صحابۂ کرامؓ کا اسوہ صرف پڑھنے سننے کے لیے نہیں، عمل کرنے کے لیے ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا نکاح و ولیمہ سادگی سے کیا اور آپ کے صحابۂ کرامؓ نے آپ کی پیروی کی۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ نے محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز پر نکاح و ولیمہ کر کے امت کو یہ سبق دیا کہ مومن کی خوشی اسی میں ہے کہ ہر موقع پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و وفاداری کا ثبوت دے۔

حضرت علیؓ کا نکاح

حضرت عبداللہ بن بُریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہؓ سے نکاح کے لیے پیغام بھیجا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابھی وہ چھوٹی ہیں، پھر حضرت علیؓ نے پیغام بھیجا تو آپ ﷺ نے ان سے ان کا نکاح کر دیا۔ (نسائی)

حضرت فاطمہؓ کی شادی کے انتظامات

اُم المومنین حضرت عائشہؓ اور اُم المومنین حضرت اِم سلمہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم حضرت فاطمہؓ کو تیار کریں اور حضرت علیؓ کے پاس بھیجیں۔ ہم گھر میں گئیں اور میدانِ بطحا کے کناروں سے نرم مٹی لے کر اس گھر میں بہ طور فرش بچھادی، پھر دو تکیوں میں کھجور کی چھال بھری اور اسے اپنے ہاتھوں سے دُھنا۔ پھر ہم نے لوگوں کو کھجور اور انگور کھلائے اور میٹھا پانی پلایا، اور ایک لکڑی گھر کے ایک گوشے میں لگادی تاکہ اس پر کپڑا ڈالا جاسکے اور مشکیزے لٹکائے جاسکیں۔ ہم نے حضرت فاطمہؓ کی شادی سے بہتر کوئی شادی نہیں دیکھی۔ (ابن ماجہ)

حضرت فاطمہؓ کا جہیز

حضرت علیؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ میرے اور فاطمہؓ کے پاس آئے، ہم دونوں ایک سفید اونی چادر اوڑھے ہوئے تھے جو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو جہیز میں دی تھی، اور ایک تکیہ دیا تھا جس کے اندر اِذخر گھاس بھری ہوئی تھی، اور ایک مشک پانی کے لیے تھی۔ (ابن ماجہ)

حضرت علیؓ کا ولیمہ

حضرت حسین بن علیؓ نے بیان کیا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: غنیمت کے مال میں سے میرے حصے میں ایک اونٹ آیا تھا اور ایک دوسرا اونٹ مجھے حضرت نبی کریم ﷺ نے خمس میں سے دیا تھا۔ جب میرا ارادہ رسول اللہ ﷺ کی صاحب زادی حضرت فاطمہؓ کی رخصتی کرا کے لانے کا ہوا تو میں نے بنی قینقاع کے ایک سنار سے طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم دونوں مل کر اذخر گھاس لائیں، کیوں کہ میرا ارادہ تھا کہ اسے سناروں کے ہاتھ بیچ کر اپنی شادی کے ولیمے میں اس کی قیمت کو لگاؤں۔ (بخاری)

حضرت عبد الرحمنؓ نے نبی کو نکاح کی خبر نہیں دی

حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ ایک جلیل القدر صحابی اور عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ انھوں نے مدینے میں رہتے ہوئے نکاح کیا اور حضرت نبی کریم ﷺ کو نکاح کی خبر بھی نہیں دی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے میرے اور سعد بن ربیعؓ کے درمیان مواخات کا معاملہ کر دیا۔ سعد بن ربیعؓ نے کہا: میں انصار میں زیادہ مال دار ہوں اس لیے میں اپنا آدھا مال آپ کو دیتا ہوں اور دیکھ لو میری جو بیوی تمھیں پسند آئے میں اسے تمھارے لیے چھوڑ دوں گا، جب وہ عدت سے فارغ ہو جائے تو تم اس سے نکاح کر لینا۔ حضرت عبد الرحمنؓ نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں، کیا یہاں کوئی بازار ہے جہاں تجارت ہوتی ہے؟ انھوں نے بتایا: قینقاع کا بازار ہے! چناں چہ حضرت عبد الرحمنؓ وہاں گئے اور پنیر اور گھی لے کر آئے، پھر برابر صبح کو جانے لگے۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ وہ اس حال میں آئے کہ ان پر زردی کا اثر تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے شادی کی ہے؟ انھوں نے جواب دیا: جی ہاں! آپ ﷺ نے پوچھا: کس سے؟ انھوں نے کہا: ایک انصاری عورت سے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: مہر کتنا دیا؟ انھوں نے بتایا: ایک گٹھلی کے برابر سونا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ولیمہ کرو، چاہے ایک بکری ہی ہو۔ (بخاری) یہ ان کی

سادگی تھی کہ نکاح میں کسی اور کو تو کیا حضرت نبی کریم ﷺ کو بلانا یا بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔

ناراض ہوئے بغیر صرف ولیمے کی تاکید

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جب عبدالرحمن بن عوفؓ ہجرت کر کے ہمارے پاس مدینہ آئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور سعد بن ربیعؓ کے درمیان اخوت کر دی — سعد بڑے مال دار تھے — سعد نے ان سے کہا: تمام انصار کو معلوم ہے کہ میں ان سب سے زیادہ دولت مند ہوں، میں اپنا مال اپنے اور آپ کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دوں گا، نیز میری دو بیویاں ہیں لہٰذا دیکھ لو ان میں تمھیں جو پسند آئے میں اسے طلاق دے دوں گا، جب اس کی عدت گزر جائے تو تم اس سے نکاح کر لینا۔ عبدالرحمن نے جواب دیا : اللہ تعالیٰ تمھارے مال اور تمھاری گھر والیوں میں برکت دے مجھے اس کی ضرورت نہیں، مجھے تو بازار بتا دو! چناں چہ انھیں بازار بتا دیا گیا، وہ جب اس روز بازار سے لوٹے تو انھیں نفع میں کچھ گھی اور پنیر مل گیا۔ اس حال میں عبدالرحمن تھوڑے ہی دن رہے یہاں تک کہ ایک روز حضور ﷺ کے پاس آئے اور ان کے لباس پر زردی کے کچھ نشان لگے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا : یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا : میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح کر لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اسے کتنا مہر دیا؟ عبدالرحمن نے کہا : گٹھلی برابر سونا، یا فرمایا : سونے کی ایک گٹھلی۔ حضور ﷺ نے فرمایا : ولیمہ کرو، اگرچہ ایک بکری ہی ہو۔ (بخاری)

ولیمے کی کوئی حد متعین نہیں

ولیمے کی کوئی حد متعین نہیں، اسراف سے بچتے ہوئے ہر مقدار جائز ہے اور اوسط درجے کا ولیمہ ایک بکری ہے، اسی کا آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو حکم دیا تھا کہ "ولیمہ کرو چاہے ایک بکری کا ہو"۔

حضرت گنگوہی قدس سرہ نے "اولم ولو بشاۃٍ" میں "لو" کو تکثیر کے معنی پر محمول کیا ہے، یعنی یہ بڑا ولیمہ ہے۔ (الکوکب) اور اکثر علما کے نزدیک "لو" برائے تقلیل ہے، اور اگر اس کو متوسط درجے کا ولیمہ قرار دیں تو یہ بھی درست ہے۔ (تحفۃ القاری)

حضرت جابرؓ کا نکاح اور حضور ﷺ کو علم نہیں

حضرت جابر بن عبداللہؓ نے بیان کیا کہ ہم حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک جہاد سے واپس ہو رہے تھے۔ میں اپنے اونٹ کو — جو سست تھا — تیز چلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اتنے میں میرے پیچھے

سے ایک سوار مجھ سے آکر ملا اور اپنا نیزہ میرے اونٹ کو چبھو دیا، اس کی وجہ سے میرا اونٹ تیز چل پڑا جیسے کسی عمدہ قسم کے اونٹ کی چال تم نے دیکھی ہوگی۔ اچانک حضرت نبی کریم ﷺ مل گئے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا : جلدی میں کیوں ہو؟ میں نے عرض کیا : میری نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا : کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا: بیوہ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا : کسی کنواری سے کیوں نہیں کی، تم اس کے ساتھ کھیلتے وہ تمھارے ساتھ کھیلتی۔ انھوں نے بیان کیا کہ جب ہم مدینے میں داخل ہونے والے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا : تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ اور رات ہو جائے تب داخل ہونا، تا کہ بکھرے بالوں والی کنگھا کر لے اور جن کے شوہر موجود نہیں تھے وہ اپنے بال صاف کر لے۔ (بخاری)

معلوم ہوا کہ حضرت جابرؓ نے مدینے میں رہتے ہوئے نکاح کیا اور کوئی تام جھام نہیں کیا، یہاں تک کہ حضور ﷺ کو بھی نہیں بلایا۔ حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی تو دورانِ گفتگو نکاح کا علم ہوا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو سوچ سمجھ کر مناسبِ حال رشتہ کرنا چاہیے۔

مظاہر علوم سہارنپور میں

مجلس انعامی

انشاء اللہ امسال بھی طلبہ کو انعامات تقسیم کرنے کے لئے ۲۶ / رجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۸ / فروری ۲۰۲۴ء بروز پنجشنبہ صبح سات بجے فوقانی زکریا منزل میں مجلس انعامی منعقد ہوگی، انعام حاصل کرنے والے تمام طلبہ حاضر رہیں اور اپنا اپنا انعام حاصل کرلیں۔

جو طلبہ دورۂ حدیث شریف یا دیگر شعبہ جات سے فارغ ہونے والے طلبہ اپنے آنے کی اطلاع مدرسہ کے کتب خانہ میں درجِ ذیل نمبرات پر کر دیں۔ تا کہ ان کا انعام تیار کیا جا سکے۔

مولانا محی الدین 9410872875 مولانا محمد یوسف 9557646849

موجود طلبہ کو چاہئے کہ وہ اپنے احباب کو مجلس انعامی کی تاریخ سے مطلع کر دیں۔

شائع کردہ

دفتر تعلیمات جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی

حاصل مطالعہ

(چوتھی قسط)

قرآن کریم میں مذکور تاریخی واقعات

مفتی عبداللہ سہارنپوری

متخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

تعلیم آدم علیہ السلام اور فرشتوں کا اقرارِ عجز!

{وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْأَسْمَآءَ کُلَّھَا...... الآیۃ} (البقرہ۳۱)

گذشتہ مضمون سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ اللہ تعالی نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں کو اطلاع دی کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں، جو فی الجملہ اختیار وارادہ کا مالک ہوگا، اور میری زمین پر جس قسم کا تصرف کرنا چاہے گا کر سکے گا، فرشتوں نے یہ سنا تو حیرت میں رہ گئے، اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا{أتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدماء... الآیۃ} ہم کو تو اس ''خاکی'' سے فتنہ و فساد کی بو آتی ہے، ایسا نہ ہو کہ یہ تیری زمین میں خرابی اور خون ریزی برپا کردے، اس وقت اللہ تعالی نے یہ جواب دیا کہ {إِنِّیْ أَعْلَمُ مَالا تَعْلَمُوْن} (کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے) یہ اجمالی جواب تھا، اب آئندہ تفصیلی جواب ارشاد فرماتے ہیں، جس میں حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی فضیلت اور زیادتی بیان فرمائی، تاکہ فرشتوں پر ان کی فوقیت اور فضیلت ثابت ہو، اور یہ ظاہر ہو جائے کہ جو شخص عالمِ بالا اور عالمِ ارضی کی فی الجملہ تفصیلات اور صفات سے واقف ہو، وہی مستحق خلافت ہے، اس طرح سے پہلا جواب حاکمانہ ہوا اور دوسرا جواب حکیمانہ۔

حاکمانہ جواب : تو یہ فرمایا ''انی اعلم مالا تعلمون'' (جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے)

رموز مملکت خویش خسرواں دانند (اپنی مملکت کے رموز سے حکمران ہی واقف ہوتا ہے)۔

حکیمانہ جواب : یہ ارشاد فرمایا ''وعلم آدم الاسماء کلھا'' کہ آدم علیہ السلام کو اللہ کی معرفت اور عالمِ بالا کی تفصیلات کے ساتھ ساتھ، دنیاوی چیزوں کے بھی مفردات و مرکبات کے اسماء وخواص اور آثار بتلائے، صنعتوں اور حرفتوں کا علم عطا فرمایا، حفظانِ صحت اور معالجۂ امراض کے اصول وقواعد بتلائے تاکہ وہ ان اشیاء میں تصرف کرنے پر قادر ہو، اور ظاہر ہے کہ فرشتوں کو اپنی زندگی کے لئے نہ ان سب چیزوں کی

ضرورت ہے، اور نہ ان سے واسطہ، تو ان کو ان چیزوں کا علم بھی نہیں دیا گیا، لہذا وہ خلافت کا کام کیسے انجام دے سکتے ہیں، اس سے حضرت آدم علیہ السلام کا فرشتوں کے مقابلے میں فضل وکمال ظاہر ہوا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

یہاں ایک شبہ ہوسکتا ہے وہ یہ کہ جو چیزیں آدم علیہ السلام کو بتلائی اگر فرشتوں کو بھی بتلا دیتے تو وہ بھی اسی طرح بتلا سکتے، یہ تو ایسا ہوا کہ دو طلبہ کو شریکِ امتحان کریں اور ایک کو خلوت اور تنہائی میں جواب سکھلا دیں اور پھر امتحان لیں؟

جواب یہ ہے: کہ یہ کہیں ثابت نہیں کہ خدا تعالی نے آدم علیہ السلام کو تنہائی میں اسماء وغیرہ بتلا دیے تھے اور جب یہ ثابت نہیں تو ظاہر یہ ہی ہے کہ فرشتوں کے سامنے ہی بتلایا ہوگا، اور یہی احتمال خدا تعالی کے لطف کے اعتبار سے راجح ہے، تو اب وہ مثال صحیح نہیں ہوسکتی، بلکہ اب اس کی مثال ایسی ہے کہ استاد نے اقلیدس (علمِ ریاضی) کی کسی شکل کی دونوں طلباء کے سامنے تقریر کی، مگر امتحان کے وقت ایک تو بوجہِ مناسبت کے بتلا سکا اور دوسرا نہ بتلا سکا؛ کیونکہ علم کے لیے استعداد کی ضرورت ہے، اور یہ استعداد حضرت آدم علیہ السلام میں تھی، مثلاً بھوک کی حقیقت، جبرائیل علیہ السلام نہیں سمجھ سکتے، تو فرشتے باوجود سننے کے بھی اس لیے نہ بتلا سکے کہ ان میں اس کی استعداد نہ تھی (اسی طرح اگر نفسانی حاجتوں اور شہوانی تقاضوں کا بھی معاملہ ہے، کہ نہ تو فرشتے ان کا علم رکھتے اور نہ ہی ان کا صحیح ادراک کر سکتے، اسی لئے ان کے ہاں صبر وشکر کا وہ تصور بھی ممکن نہیں جو انسانوں میں کاملین کے یہاں پایا جاتا ہے) حق تعالی شانہ نے اس امتحان سے یہ بتلا دیا کہ تم میں وہ استعداد نہیں اور وہی شرط تھی خلافت کی۔

رہا یہ شبہ کہ جب آدم علیہ السلام نے ان کو بھی بتلا دیا تو وہ ضرور سمجھے ہوں گے تو ان میں بھی استعداد ثابت ہوگئی، مگر یہ اعتراض لغو ہے، کیونکہ بتلانے کے لیے مخاطب کا سمجھنا لازمی نہیں؛ اس لیے "انباء" فرمایا، "علم" نہیں فرمایا، "تعلیم" کے معنی: "سمجھا دینے" کے ہیں، اور "انباء" کے معنی: "اخبار" یعنی تقریر کر دینے کے، گو مخاطب نہ سمجھا ہو اور یہ استعداد خاصۂ بشر ہے، اگر فرشتوں کو یہ استعداد عطا کر دی جائے تو فرشتے فرشتے نہ رہیں، جیسے "حس وحرکت" خاصہ حیوان کا ہے، اگر جماد میں یہ صفت پیدا فرما دیں تو جماد جماد نہ رہے گا، بلکہ حیوان بن جائے گا؛ لہذا سوال کا حاصل یہ ہوگا کہ فرشتوں کو بشر کیوں نہ بنا دیا؟ سو ظاہر ہے کہ یہ سوال بے معنی ہے، جواب اس کا ظاہر ہے کہ اس صورت میں فرشتوں کے پیدا کرنے میں جو حکمت ہے وہ معطل اور بیکار ہو جائے گی، اور اگر یہ کہا جائے کہ اول ہی فرشتوں کو بشر بنا کر خلیفہ بنا دیتے؟ تو یہ مسئلہ تقدیر کا ہے، ہم نہیں کہہ سکتے کہ

ان کو بشر کیوں نہیں بنایا!

حضرت آدم کا قیامِ جنت اور حوا کی زوجیت:

حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں تنہا ہی رہنا شروع کیا،مگر اپنی زندگی اور راحت وسکون میں ایک قسم کا خلا محسوس کرتے ، اس لیے کسی مونس اور ہمدم کی تلاش تھی ، چنانچہ اللہ تعالی نے حضرت حوا کو پیدا کیا،حضرت آدمؑ اپنا رفیق وہمدم پا کر بے حد مسرور ہوئے اور اطمینانِ قلب محسوس کیا، اللہ نے آدمؑ کو حکم دیا کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی ''جنت''میں رہو، تا کہ جنت کے محلات،تعمیرات ، باغات ،چشموں ،نہروں اورطرح طرح کی دیگر نعمتوں کے دیکھنے سے فطری طور پر آدمؑ کو ان چیزوں سے مناسبت ہو جائے ،اور دنیا میں جانے کے بعد وہاں کی ضروریات کے مطابق ان کا نمونہ قائم کرنا ممکن ہو سکے ، اور حوا بھی بہشت کے محلوں کی آرائش، ان کی زیب وزینت، وہاں کے زیورات اور حریری لباس کو دیکھ لیں اور سمجھ لیں،تا کہ تکوینی مصلحت کے تحت دنیا کی عورتوں کے اندر بھی یہ اوصاف منتقل ہو سکیں۔

اور دونوں کو حکم دیا گیا کہ تم اس جنت سے خوب وسعت اور فراغت کے ساتھ جہاں سے چاہو کھاؤ، پیو،تا کہ تمام ماکولات اور مشروبات (کھانے پینے کی چیزوں) کے خواص وآثار،منافع اور مضار تم کو معلوم ہوجائیں، پھر اس علم کے مطابق دنیا کی ماکولات ومشروبات میں تصرف کرسکو،اور زمین میں جو شجر اور ثمر تمہارے لئے پیدا کئے گئے ہیں ان سے نفع اٹھا سکو،مگر باوجود اس عام اجازت کے بطور ابتلا اور امتحان جس میں تمہارے لئے سراسر خیر ہی خیر ہے ہم تم کو بعض چیزوں کے استعمال سے منع بھی کرتے ہیں،تا کہ تم مرغوبات کے خوگر نہ ہو جاؤ،اور وہ یہ کہ تم اس (مخصوص) درخت کے قریب بھی نہ جانا، درخت کی تعیین میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، مشہور یہی ہے کہ وہ گیہوں کا درخت تھا، اصل حقیقت خدا ہی کو معلوم ہے۔

آدم کا جنت سے نکلنا:

اللہ جلَّ شانہ نے حضرت آدم کو آئین خلافت سیکھنے کے لیے اور ہر طرح کی اشیاء سے تمتع اور نفع کے طریقے معلوم کرنے کے لیے اپنے حرم خاص ''جنت''میں چند روز رکھا، اور تمام اشیاء سے فائدہ اٹھانے کی عام اجازت عطا فرمائی ،صرف ایک قسم کے درخت سے منع فرمایا،شیطان اس تاک میں تھا کہ ان سے کوئی گناہ اور لغزش صادر ہوجائے ،تا کہ وہ بھی اسی طرح جنت سے نکالے جائیں جس طرح شیطان کو راندۂ درگاہ

کیا گیا تھا، مگر گناہ اور لغزش اسی وقت ہوسکتی ہے جب کوئی قید اور ممانعت ہو، شیطان کو جب اس ممانعت کا علم ہوا تو خوش ہوا کہ شاید اس راہ سے آدم پر میرا کوئی وار چل جائے، اور اس طرح اپنی دشمنی نکالنے کا موقع مل جائے، چنانچہ آدم کو بہکانے اور پھسلانے کی فکر شروع کی، حضرت آدمؑ اور حضرت حوا کے پاس گیا، اور یہ کہا کہ تم اپنی اس تہذیب اور تکریم پر مغرور نہ ہونا، انجام کو بھی سوچو! انجام تمہارا موت ہے! حضرت آدم نے پوچھا کہ موت کیا ہے؟ شیطان نے مردہ جانور کی صورت بنا کر نزع اور قبضِ روح کی کچھ کیفیت اور شدت اور غرغرے کی حالت ان کو دکھلائی، آدمؑ دیکھتے ہی گھبرا گئے اور خوفزدہ ہو کر پوچھا: کہ اچھا اس سے محفوظ رہنے کی تدبیر کیا ہے؟ شیطان نے کہا: کیا میں تم کو اس درخت کی نشان دہی نہ کروں جس کے کھانے سے موت اور فنا نہ آئے؟ اور تم کو بقا و دوام، دائمی سلطنت اور لازوال بادشاہت حاصل ہو جائے؟ حضرت آدمؑ نے پوچھا وہ کون سا درخت ہے؟ شیطان نے وہی درخت بتلایا جس کے قریب جانے سے اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کو منع کیا تھا، حضرت آدمؑ نے کہا: یہ درخت بقا و دوام کا نہیں بل کہ فنا اور زوال کا ہے، رسوائی اور ندامت کا ہے! قرب کے بجائے ذلت و دوری کا سبب ہے، اسی وجہ سے حق تعالی نے ہم کو اس کے قریب جانے سے بھی منع فرمایا ہے اگر اس درخت میں یہ فائدے ہوتے تو وہ ارحم الراحمین ہم کو منع نہ فرماتا۔

شیطان نے کہا: تمہارے پروردگار نے اس درخت سے اس لیے منع نہیں کیا کہ اس کا پھل تمہارے لیے موجب ضرر و نقصان ہوگا، بلکہ اس لیے منع فرمایا ہے کہ اس کے کھانے سے تم ہمیشہ زندہ رہنے والے فرشتے بن جاؤ گے، جو ایک لمحے کے لیے بھی خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے، اور کھانے پینے، زن و فرزند اور دنیا و مافیہا سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

حضرت آدمؑ اور حوا ابلیس کی دل فریب باتوں سے تردد اور اضطراب میں پڑ گئے، اور ظاہر ہے کہ ایک سچا عاشق حکومت اور سلطنت کو تو چھوڑ سکتا ہے مگر محبوب کی مفارقت اور جدائی کو برداشت نہیں کرسکتا، شیطان نے اپنی بات کو پختہ کرنے کے لیے بہت سی قسمیں کھائیں کہ خدا کی قسم! محض تمہاری خیر خواہی سے تم کو یہ مشورہ دے رہا ہوں، حضرت آدم کو یہ خیال ہوا کہ مخلوق کی جرأت و مجال نہیں کہ خدا تعالی پر جھوٹی قسم کھائے؛ اس لیے بظاہر یہ سچ ہوگا اور قرب اور وصال کے حصول کے شوق میں ”**ولا تقربا هذه الشجرة**“ (اس درخت کے قریب نہ جانا) کے حکم سے ذہول ہو گیا اور اس کی عداوت کو بھی بھول گئے، ”**فازلهما الشيطان عنها فأخرجهما مما كانا فيه**“ (پھر ہوا یہ کہ شیطان نے ان دونوں کو وہاں

سے ڈگمگادیا، اور جس (عیش) میں وہ تھے اس سے انہیں نکال کر رہا، اور انہوں نے اس درخت کا پھل کھالیا۔

اس کا کھانا تھا کہ بشری وانسانی لوازم ابھرنے لگے، دیکھا تو ننگے ہیں اور لباس سے محروم، جلدی جلدی آدمؑ اور حوا دونوں پتوں سے ستر ڈھانکنے لگے، گویا یہ انسانی تمدن کا آغاز تھا، کہ اس نے بدن ڈھانکنے کے لیے سب سے پہلے پتوں کو استعمال کیا۔

ادھر خدا کا عتاب نازل ہوا، اور آدم سے باز پرس ہوئی کہ ممانعت کے باوجود ہمارے حکم کی خلاف ورزی کیسے کی؟ آدم آخر آدم تھے شیطان نہ تھے، مقبول بارگاہِ الٰہی تھے؛ اس لیے شیطان کی طرح مناظرہ نہیں کیا اور اپنی غلطی اور کوتاہی کو تاویلات کے پردے میں چھپانے کی کوشش نہیں کی، بلکہ ندامت وشرمساری کے ساتھ اپنی غلطی کا اقرار کرلیا، کہ غلطی ضرور ہوئی ہے لیکن اس کا سبب سرکشی اور حکم کی خلاف ورزی نہیں بلکہ بشریت وانسان ہونے کی بنا پر بھول چوک ہونا اس کا باعث اور سبب ہے، تاہم غلطی ہوئی ہے اس لیے توبہ اور استغفار کرتے ہوئے عفو ودرگزر کا طالب ہوں، ارشاد باری ہی ”**وقالا ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لکونن من الخاسرین**“ (انہوں نے عرض کیا: پروردگار ہم نے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کیا، اگر تو نے ہمارا قصور نہ بخشا، اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہمارے لیے بربادی کے سوا کچھ نہیں)۔

اللہ تعالی نے ان کے اس عذر کو قبول فرما کر معاف کردیا، مگر وقت آ گیا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام خدا کی زمین پر ”حقِ خلافت“ ادا کریں؛ اسی لیے بتقاضائے حکمت اسی کے ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی سنایا کہ تم کو اور تمہاری اولاد کو ایک معین وقت تک زمین پر قیام کرنا ہوگا، اور تمہارا دشمن شیطان بھی اپنے تمام سامانِ عداوت کے ساتھ وہاں موجود رہے گا اور تم کو اس طرح ملکوتی اور طاغوتی دو متضاد و مختلف طاقتوں کے درمیان زندگی بسر کرنی ہوگی، اس کے باوجود اگر تم اور تمہاری اولاد مخلص بندے اور سچے نائب ثابت ہوئے تو تمہارا اصلی وطن ””جنت“ ہمیشہ کے لیے تمہاری ملکیت میں دے دیا جائے گا، اور جو لوگ دنیا میں جا کر شیطان کے بہکاوے میں آجائیں گے، اور ہمارے تعلق کو یکسر فراموش کردیں گے تو انکا حشر اور انجام بھی وہی ہوگا جو انکے رہبر اور رہنما شیطانِ لعین کا ہوگا؛ لہذا تم اور حوا دونوں یہاں سے جاؤ اور میری زمین پر جا کر بسو، اور اپنی مقررہ زندگی تک حق عبودیت اور بندگی ادا کرتے رہو، اس طرح خدا کے خلیفہ آدم علیہ السلام نے اپنی رفیقۂ حیات کے ساتھ خدا کی زمین پر قدم رکھا۔ ملخصاً: از قصص القرآن ا/۳۰ تا ۳۴، معارف القرآن ادریسی ا/۱۳۴) (جاری)

شان مسلمان گذشتہ سے پیوستہ

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مولانا مفتی محمد حیان بیگ
استاذ شعبۂ تفسیر مظاہر علوم سہارنپور

آج حالات اگرچہ ناگفتہ بہ ہیں، بظاہر دشمنانِ اسلام خوب دندناتے نظر آرہے ہیں، لیکن جس نفسیاتی شکست اور پژمردگی کا ہم شکار ہیں اس میں حقیقت سے زیادہ مغربی میڈیا اور ان کے ذریعہ پھیلائے جارہے اس پروپیگنڈہ کا دخل ہے جو ہر طرح کے جھوٹ کے فروغ اور خوف وہراس میں مبتلا کرنے کا ایک سوچا سمجھا شاطرانہ حربہ ہے، تاکہ مدِّ مقابل خواہ وہ طاقت ور ہی کیوں نہ ہو، کارزار سے پہلے ہی شکست تسلیم کرکے دم توڑ دے، رائی کے دانہ کو پربت سمجھ بیٹھے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری باطل طاقتیں بھوس کے اس ڈھیر کی طرح ہیں جس کو معمولی ہوا کا ایک جھونکا تہ وبالا کردیتا ہے، ریت پر کھینچی ہوئی لکیر زیادہ دیر برقرار نہیں رہ پاتی، ہم تاریخ کے کسی بھی دور کا مطالعہ کرلیں ہمارے ذہنوں میں یہ حقیقت قندیل کی طرح روشن ہوتی چلی جائے گی۔

اہلِ ایمان نے بزدل اہلِ باطل کے بلند وبالا قلعوں کے درودیوار کو اپنی قوتِ ایمانی سے ہلا کر رکھ دیا، نورِ ایمانی کی حرارت سے ان عجب پسندوں کے نشیمن ہمیشہ سے خاکستر ہوتے رہے ہیں۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

کسی زمانہ میں روم وفارس بھی ناقابلِ تسخیر طاقتیں سمجھی جاتی تھیں، جب وہ بامِ عروج پر تھیں سورج بھی ان کی سلطنت میں غروب نہ ہوتا تھا، پھر وہ دور بھی آیا جب اپنے وقت کی یہ طاقتیں تاش کے پتوں کی طرح بکھر گئیں، ان کا کوئی نام لینے والا بھی نہ رہا۔ (فهل ترى لهم من باقيه)

سر پر کفن باندھے، جاں فروش مسلمان ہر دور میں ہر طرح کے حالات میں یہ یقین رکھتے آئے ہیں

کہ آخر کار خدا کے کلمہ کا ہی پرچم لہرائے گا، کفر کے ایوانوں میں توحید کی زمزمہ سنجی ہوگی، نغمۂ رسالت سے مغرب ومشرق جھوم اٹھے گا، عنقریب نعرۂ ایمانی سے باطل کے بالا خانے تھرّا اٹھیں گے، وہ سرنگوں ہوگا، پسپا اور خوار ہوگا، اس کے کارندوں کے چہرے کی عیارانہ مسکراہٹ کافور ہوگی، ان کی وہ تعداد، وہ آلاتِ حرب، ان کی وہ ٹیکنالوجی جس پر انہیں ناز ہے ان کے کچھ کام نہ آئے گی۔

قرآنِ کریم میں اہلِ حق کے لیے غلبہ ونصرت کی بشارتیں

ذیل میں قرآنی آیات کا وہ منتخب حصہ پیشِ خدمت ہے جس میں ہر دور میں اہلِ اسلام کے لیے سخت سے سخت حالات سے نبرد آزما ہونے کے لیے ایک بہترین اور قابلِ تقلید نمونہ موجود ہے، ان آیات میں غور وفکر سے یقیناً تاریک نظر آرہے مستقبل میں راہِ عمل کی صحیح سمت کے تعین کے ساتھ وہ خطوط نمایاں ہوں گے جس پر اہلِ یقین ہر دور میں کاربند رہے ہیں، لرزہ براندام منافقین کے فریب ودغا بازی، اور جوانمردی اور دلیری سے لبریز اسلام کے جاں نثار جیالے سپاہیوں کے ایمانی ولولوں کا اندازہ ہوگا، معلوم ہوگا کہ خدا تعالیٰ کیسی کیسی طاقتوں کو خاک میں ملا کر نشانِ عبرت بنا دیا۔

نورِ خداوندی پورے عالم میں عام وتام ہوگا

سورۂ توبہ میں ارشاد ہے:

يُرِيْدُونَ أَنْ يُطْفِؤُوا نُورَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللهُ إِلاَّ أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ- هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں، حالانکہ اللہ کو اپنے نور کی تکمیل کے سوا ہر بات نامنظور ہے، چاہے کافروں کو یہ بات کتنی بری لگے۔ وہ اللہ ہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے، تاکہ اسے ہر دوسرے دین پر غالب کردے، چاہے مشرک لوگوں کو یہ ناپسند ہو۔

علامہ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: نورِ الٰہی یعنی وہ ہدایت اور دینِ برحق جسے لے کر حضور ﷺ مبعوث ہوئے مشرکین اور یہود ونصاریٰ اپنے جھوٹ اور پروپیگنڈہ کے ذریعہ اسے مٹانا چاہتے ہیں، چونکہ یہ ممکن نہیں ہے اس لیے ان دشمنانِ دین کی مثال اس شخص کی سی ہے جو سورج کی

ضوء اور نورِ قمر کو اپنی ناتواں پھونک سے بجھانے کی ناکام کوشش کرے، ٹھیک اسی طرح وہ دینِ برحق جس کے علمبردار نبی پاک علیہ ﷺ ہیں ہر حال میں عام وتام ہوگا، معاندین کی انتھک کوشش کے باوجود بھی اس کا بال بیکا نہ ہوگا؛ چنانچہ ارشاد ہے: {اللہ تعالی ہر حال میں اپنے نور کی تکمیل فرمائے گا، خواہ کفار کو نا گوار ہی کیوں نہ ہو۔}

پھر آگے ارشاد ہے: {اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ برحق دے کر بھیجا ہے۔} ہدایت سے مراد سچی خبریں اور ایمانِ صحیح اور علمِ نافع ہے، اور دینِ حق سے مراد وہ نیک اعمال ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں کام آئیں۔

{تا کہ اسے ہر دین پر غالب کر دے خواہ مشرکین کو یہ ناپسند آئے۔}

مسلم شریف رقم ۲۸۸۹ کی روایت ہے : حضورِ پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: إن الله زوى لي الأرضَ، فرأيتُ مشارقَها ومغاربَها، وإن أمتي سيبلغ ملكُها ما زُوِي لي منها...

بلا شبہ اللہ تبارک وتعالی نے میرے لیے زمین کو اس طرح سکوڑ دیا کہ ساری دنیا میری نظروں کے سامنے آ گئی، اور جہاں تک یہ زمین میرے لیے سکوڑی گئی، عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی (یعنی سارے عالم میں پہنچے گی)۔ (تفسیر ابن کثیر ۴/۱۳۵)

علامہ سیوطیؒ نے درِّ منثور میں اس آیت کی تفسیر میں حضرت مجاہدؒ کا قول نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں :

دینِ اسلام دیگر تمام ادیان پر اس وقت غالب ہوگا جب کوئی یہودی، نصرانی، یا کسی بھی دوسرے مذہب کا پیروکار باقی نہ رہے، بجز مسلمان کے، اور اس قدر امن وامان عام ہوجائے کہ بکری کو بھیڑیے سے، اور گائے کو شیر سے، اور انسان کو سانپ سے ڈر نہ رہے، یہاں تک کہ چوہا بھی تھیلے وغیرہ کو کترنا چھوڑ دے، اور جزیہ بھی معاف کر دیا جائے، اور صلیب توڑ دیے جائیں، اور خنزیر کا خاتمہ کر دیا جائے، اور یہ سب کچھ اسی وقت ہوگا جب عیسی علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔

حضرت قتادہ اس آیت کی تفسیر کے تحت ارشاد فرماتے ہیں :

مذاہب چھ ہیں: مؤمنین، یہود، صابئین، نصاری، مجوس، اور مشرکین۔ تمام ادیان دینِ اسلام میں ضم ہوجائیں گے (یعنی کوئی باقی نہ رہے گا، سب اسلام قبول کرلیں گے) اور اسلام ان میں سے کسی میں بھی ضم نہ ہوگا (یعنی دینِ اسلام کے سامنے سرنگوں ہوکر تمام ادیانِ باطلہ آپ ہی فنا ہوجائیں گے۔ اللہ تعالی کے نزدیک یہ طے شدہ ہے کہ دینِ اسلام تمام ادیان پر غالب آ کر رہے گا خواہ مشرکین کو کتنا ہی نا گوار کیوں نہ ہو۔ (الدر المنثور، ۴/۱۷۵)

تبرکاتِ اکابر

ملفوظات

از فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مفتی اعظم ہند

مرتب: مولانا مفتی شعیب احمد بستوی

معین مفتی دار الافتاء مظاہر علوم سہارنپور

ارشاد فرمایا کہ حدیث من ترک الصلوۃ متعمداً فقد کفر (جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے کفر کیا) کی توجیہہ یہ ہے: غیر ناوٍ للقضاء و غیر خاف من العقاب ۔ گویا حدیث اپنے ظاہر پر نہیں ہے بلکہ اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ قضاء کی نیت نہ ہو اور عقاب خداوندی کا خوف نہ ہو۔

ارشاد فرمایا کہ حدیث لعن اللہ المحلل و المحلل لہ (اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے حلال کرنے والے پر اور اس شخص پر بھی جس کے لئے عورت حلال کی گئی ہو) کا محمل وہ صورت ہے جب کہ حلالہ پر اجرت طے کر لی جائے یا طلاق دینے کو شرط کر لیا جائے۔

اگر طلاق کو شرط نہ ٹھہرائے اور نہ ہی اجرت طے ہو بلکہ اپنے جی میں رکھے کہ ایک دو روز بعد رکھ کر طلاق دیدوں گا تا کہ بیچارے زوج اول کا گھر ویران نہ ہو، بچے ضائع نہ ہوں تو یہ جائز ہی نہیں بلکہ اس پر اجر ملتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ امام غزالیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حدیث ''کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الافزوروھا'' (میں نے پہلے زیارت قبور سے منع کیا تھا سو اب ان کی زیارت کرلیا کرو) عام ہے کہ قبور اپنی بستی میں ہوں یا دوسری بستی میں ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ زیارت قبور کیلئے سفر بھی جائز ہے۔

ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے بارے میں حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے شاوروھن وخالفوھن فان الخیر و البرکۃ فی مخالفتھن (عورتوں سے مشورہ تو کرو مگر ان کی مخالفت کرو کہ خیر و برکت ان کی مخالفت میں ہے) اور حضرت عمر کا ارشاد ہے ''طاعۃ النساء ندامۃ'' (عورتوں کی اطاعت ندامت کا سبب بنتی ہے)

ارشاد فرمایا کہ (حدیث میں ہے) پیر و جمعرات کے روز بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے

حضور پیش ہوتے ہیں اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان ایام میں روزہ رکھتے تھے اور وجہ یہ بیان فرماتے تھے کہ میرا نامۂ اعمال خداوند قدوس کے سامنے روزہ کی حالت میں پیش ہو۔ رہا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بھی بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں سو یہ بھی بلا تعیین یوم ثابت ہے۔

ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کی ران پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ ان میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو علم کو اگر ثریا پر بھی ہوگا تو وہاں سے لے آئے گا، حضرات علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ اشارہ امام ابوحنیفہؒ کی طرف ہے کیونکہ وہ فارسی النسل ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت عائشہؓ نے ایک سائل کو روٹی کا ٹکڑا عنایت فرمایا اور ایک سائل کا دسترخوان پر اعزاز فرمایا تو کسی نے دونوں میں فرق کرنے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا: **امرنا ان ننزل الناس علی منازلھم** ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ لوگوں سے ان کے مرتبہ کے مطابق برتاؤ کریں اسی طرح ارشاد فرمایا کہ ابن عمرؓ نے دعوت میں مختلف قسم کے کھانے تیار کئے اور مختلف قسم کے خوان لگائے اور پھر یہ ارشاد فرمایا (مدعویین سے) کہ جس کو جہاں بٹھلایا جائے وہ وہیں بیٹھے چنانچہ ہر شخص کو اس کے درجہ کے مطابق خوان پر بٹھلایا۔

اس پر جامع ملفوظات لکھتے ہیں

ان ہر دو واقعہ سے معلوم ہوا کہ دسترخوان پر سب کیلئے ایک ہی قسم کا کھانا ہونا ضروری ہے اور نہ ہی سب کیلئے ایک قسم کا کھانا نہ ہونا مذموم ہے بلکہ دعوت کنندہ کو اختیار ہے کہ وہ ہر شخص کے مرتبہ کے مطابق اس کو سب کے سامنے ممتاز کھانا کھلائے، یا سب کو ایک ہی قسم کا کھانا کھلائے۔

ارشاد فرمایا کہ ایک صحابی ربیعہ بن کعبؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سفر میں خدمت کرتے، پانی لا کر دیتے، ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ مانگو کیا مانگتے ہو، انہوں نے عرض کیا **رافقتک فی الجنۃ**۔ یعنی جنت میں آپ کی معیت مانگتا ہوں، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اس کے علاوہ کچھ۔ انہوں نے عرض کیا ''**ھو ذاک**'' مجھے تو یہی چاہئے، تو آپ نے فرمایا:

''**فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود**'' اپنے نفس کے خلاف کثرت سجود سے میری مدد کرنا، یعنی نمازیں کثرت سے پڑھنا کہ جتنی نمازیں زیادہ ہوں گی سجدے اتنے زیادہ ہونگے۔

مظاہر علوم کے استاذ

حضرت مولانا احمد مرتضیٰؒ

مولانا محمد نصیر الدین مظاہری
امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے سابق ناظم اعلیٰ، مناظر اسلام حضرت مولانا الشاہ اسعد اللہ علیہ الرحمہ کے خلیفۂ اجل، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے قدیم استاذ، فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین مظاہریؒ، مولانا سید محمد سلمان مظاہریؒ کے شاگرد رشید، حبیب الامت حضرت مولانا قاری محمد صدیق باندوی نور اللہ مرقدہ اور امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے پیر بھائی، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے استاذ حدیث والفقہ، مولانا احمد مرتضیٰ مظاہری نور اللہ مرقدہ کی پیدائش ضلع چترا، جھارکھنڈ کے گاؤں گیروا میں ۱۲؍مئی ۱۹۴۶ء کو ہوئی، آپ کے والد ماجد کا نام محمد اظہار حسین ہے۔

ابتدائی تعلیم وتربیت مدرسہ تعلیم القرآن رانی گنج ضلع گیا بہار میں ہوئی، ۱۹۶۹ء میں آپ ملک کی عظیم دینی تعلیمی درسگاہ مظاہر علوم سہارنپور تشریف لائے اور شوال ۱۳۸۹ھ مطابق دسمبر ۱۹۶۹ء میں داخلہ لے کر عربی چہارم سے یہاں تعلیم کا آغاز کیا، شعبان ۱۳۹۴ھ مطابق اگست ۱۹۷۴ء میں دورہ حدیث شریف کی کتابیں پڑھ کر فراغت حاصل کی، مناظر اسلام حضرت مولانا اسعد اللہ مظاہریؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ، فقیہ الاسلام مولانا مفتی مظفر حسین مظاہریؒ، حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ، حضرت مولانا محمد سلمان مظاہریؒ اور حضرت مولانا محمد عاقل مدظلہ آپ کے نامور اساتذہ میں ہیں۔

فراغت کے بعد اپنے وطن ضلع گیا کے مدرسہ تعلیم القرآن میں تدریسی خدمات انجام دیں، ۱۹۹۶ء میں اپنے اساتذہ کرام کے حکم پر سہارنپور تشریف لائے، اور مادر علمی مظاہر علوم میں شعبۂ عربی کی تدریس سے متعلق ہو گئے، تادم آخر اسی خدمت پر یہیں مامور رہے۔

آپ حضرت مولانا مولانا اسعد اللہ علیہ الرحمہ کے خاص تربیت یافتہ تھے، مظاہر علوم میں مسند تدریس پر بیٹھتے ہی آپ کی فطری صلاحیتیں اجاگر ہوئیں، ابتدائی عربی سے علیا تک کی کتابوں کا درس آپ سے متعلق کیا گیا، حضرت الاستاذ تمام علوم میں مہارت رکھتے تھے، اپنے شیخ کی طرح معقولات ومنقولات میں اپنی نظیر آپ تھے، تفسیر، حدیث، فقہ پر آپ کی نظر وسیع تھی۔

حضرت الاستاذ نے مادر علمی مظاہر علوم سہارنپور میں مسلسل ستائیس سال مختلف علوم فنون کا درس دیا اور تشنگان علوم اسلامیہ کی پیاس بجھائی، حضرت الاستاذ مظاہر علوم سہارنپور میں دارالاقامہ کے ایک حلقہ کے نگراں مقرر تھے، فجر سے قبل اپنے خاص انداز میں طلبہ عزیز کو جگانے کا معمول تادم آخر رہا، آپ کی خصوصیت یہ تھی کہ طلبہ کرام کیلئے بہت نرم گوشہ رکھتے تھے، خارجی اوقات میں بھی بعض طلبہ کو وقت دیتے تھے اور کتابیں پڑھاتے تھے، ان خوش نصیب طلبہ میں ہم تین بھائی مولانا قاضی ضیاء الدین مظاہری، مولانا محمد نظام الدین مظاہری، راقم محمد نصیر الدین مظاہری کا نام بھی شامل ہے۔

حضرت الاستاذ کو زمانۂ طالب علم ہی سے حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کے مشہور خلیفہ اپنے استاذ، مناظر اسلام حضرت مولانا اسعد اللہ سابق ناظم مظاہر علوم سے خاص عقیدتمندانہ وارادتمندانہ تعلق رہا اور انھیں سے بیعت وارشاد کا تعلق قائم کر کے سلوک کی تکمیل فرمائی، حضرت نے آپ کو اجازت وخلافت سے نوازا، اس راہ سے بھی مخلوق خدا کی رہنمائی اور دستگیری فرماتے رہے، آپ کے خلفاء میں والد گرامی حضرت مولانا قاری شعیب احمد صاحب بھی ہیں، جن کو حضرت نے ۲۰۰۷ء میں اجازت وخلافت عنایت کی۔

درس وتدریس میں آپ اپنی مثال آپ تھے، پوری زندگی اور زندگی کا ہر قدم تقویٰ سے عبارت تھا، حضرت مولانا اسعد اللہ علیہ الرحمہ جیسے شیخ کامل کی صحبت میں رہ کر تعلیم وتربیت سے مالامال ہوئے، آپ کی مجلس بہت سادہ اور غیبت سے پاک ہوا کرتی تھی، طالب علمی کے زمانہ ہی سے تہجد اور صلوۃ التسبیح کے پابند تھے، سادہ زندگی گذارنے کا معمول تھا۔

میرے شیخ ادیب العصر حضرت مولانا اطہر حسین علیہ الرحمہ استاذ مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور سے بہت عقیدت رکھتے تھے، میں جس وقت مظاہر علوم قدیم میں زیر تعلیم تھا اور حضرت مولانا اطہر حسین صاحب کی خدمت میں آنا جانا ہوتا تھا، بارہا مولانا احمد مرتضیٰ صاحب فرماتے تھے کہ، مولوی صاحب آپ نے جن کی

صحبت اختیار کی ہے وہ جوانی ہی سے صاحب کشف ہیں، نہایت ہی سادہ مزاج بڑے اللہ والے ہیں، خوب فیض حاصل کریں، جب میں نے حضرت علیہ الرحمہ کے انتقال کے بعد ارشادات اطہر لکھی تو طباعت کے بعد مولانا احمد مرتضیٰ صاحب کو کتاب نہیں دے سکا، مولانا سے جب ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ مولوی صاحب آپ سے مجھے سخت شکایت ہے، میں آپ کے والد صاحب تک پہونچاؤنگا، میں ڈر گیا کہ پتہ نہیں کیا غلطی ہوئی ہے، اس کے بعد خود ہی فرمایا کہ آپنے ایک قیمتی کتاب لکھی ہے لیکن مجھے نہیں دی، میں سمجھ گیا کہ مولانا کیا فرمارہے ہیں، میں نے کہا جی حضرت! آج بعد عشاء لیکر آؤنگا، برجستہ حضرت نے فرمایا کہ ایک نہیں ایک درجن لیکر آئیں تا کہ شیخ طریقت کے ارشادات کو میں دوسروں تک پہونچا کر ثواب کا حق دار بن سکوں۔

والد محترم حضرت مولانا قاری شعیب احمد صاحب اور خانوادہ کے تمام ہی افراد سے آپ کا تعلق بہت قدیم تھا، گذشتہ تقریباً پندرہ سالوں سے، تین سال قبل تک رمضان المبارک کے ابتدائی ایام نوادہ ہی میں گذارتے اور مکہ مسجد مدرسہ عظمتیہ انصار نگر نوادہ میں چھ یوم کی نماز تراویح میں ختم قرآن کے بعد تراویح کی اہمیت اور تکمیل قرآن کریم کی فضیلت پر خطاب فرمایا کرتے تھے۔ میری والدہ محترمہ کا انتقال ۹ رمضان المبارک ۱۴۴۴ کو ہوا تو جنازہ کی نماز میں شرکت کیلئے نوادہ تشریف لائے اور جنازہ کی نماز آپ ہی نے پڑھائی، نوادہ کا سفر یہ ان کا آخری سفر تھا۔

حضرت الاستاذ مولانا احمد مرتضیٰ مظاہری کئی سالوں سے بلڈ پریشر اور سوگر کے مریض تھے، جس کا علاج مستقل جاری تھا، مغرب بعد تنفس کی شکایت ہوئی، فوری ڈاکٹر سے رابطہ ہوا، وقتی افاقہ بھی محسوس کیا گیا لیکن رات کے آخری حصہ میں سانس لینے میں کافی دقت محسوس ہوئی، موجود ڈاکٹروں نے صورت حال کا جائزہ لے کر کسی بڑے اسپتال لے جانے کا مشورہ دیا، انھیں شہر کے مشہور ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، افاقہ نہ ہوسکا، مورخہ ۹ رجمادی الثانی ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۳ دسمبر ۲۰۲۳ء قبل نماز فجر اللہ کو پیارے ہوگئے، اناللہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت نے ۷۷ سال کی عمر پائی، انتقال کے دن تک درس وتدریس میں مشغول رہے، حضرت کے صاحبزادگان کی اجازت سے تجہیز وتکفین کا نظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ہی میں کیا گیا، بعد نماز ظہر، نماز جنازہ شیخ الحدیث وناظم مدرسہ حضرت مولانا سید محمد عاقل دامت برکاتہم نے پڑھائی اور حاجی شاہ کمال الدین قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

واقعات الفتاوی

فتاویٰ مظاہر علوم

مفتی بشیر احمد سہارنپوری

نائب مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مسجد میں دوبارہ نماز جمعہ کے قیام کا حکم:

مسجد میں دوبارہ نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے، نماز جمعہ کا حکم بھی یہی ہے، لہٰذا جو لوگ مسجد پُر ہوجانے کے سبب نماز جمعہ ادا کرنے سے رہ جائیں وہ کسی دوسری مسجد میں جہاں ابھی نماز جمعہ ادا نہ کی گئی ہو، وہاں جمعہ ادا کریں، اگر قریب میں کوئی ایسی مسجد موجود نہ ہو تو اجازتِ عامہ کے ساتھ کسی کارخانہ اور بڑے ہال وغیرہ میں بھی نماز جمعہ کا نظم کیا جاسکتا ہے، تاہم جہاں یہ بھی ممکن نہ ہو تو وہاں مسجد میں دوبارہ نماز جمعہ کی ادائیگی کی گنجائش ہے، بشرطیکہ امام دوسرا ہو اور دوسری جماعت میں امام پہلے امام کی جگہ سے پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو:

قولہ :وتکرار الجماعۃ "لما روی عبد الرحمن بن ابی بکر عن ابیہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج من بیتہ لیصلح بین الانصار فرجع وقد صلی فی المسجد بجماعۃ فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی منزل بعض اھلہ فجمع اھلہ فصلی بھم جماعۃ، ولو لم یکرہ تکرار الجماعۃ فی المسجد یصلی فیہ، وروی عن انس أن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانوا اذا فاتتھم الجماعۃ صلوا فی المسجد فرادی، ولأن التکرار یؤدی الی تقلیل الجماعۃ لان الناس إذا علموا انھم تفوتھم الجماعۃ یتعجلون فتکثروا وإلا تأخروا" (شامی ۱/۳۶۵)۔

قرض کی ادائیگی کے لئے بینک سے لون لینے کا حکم:

بینک چونکہ سود پر لون دیتا ہے، اس لئے بینک سے لون لینا جائز نہیں ہے، لہٰذا مقروض کے پاس اگر ادائیگی کا نظم نہ ہو تو وہ اپنے قرض خواہ سے مہلت حاصل کرے، ایسی صورت میں قرض خواہ کے لئے بھی

اس کو مہلت دینا واجب ہے، اگر وہ مہلت دینے پر آمادہ نہ ہو تو چند شرائط کے ساتھ بینک سے لون لے کر قرض ادا کرنے کی گنجائش ہے :

(۱) قرض خواہ کی جانب سے مہلت نہ مل سکے۔

(۲) ادائیگی کے لئے نہ نقد رقم ہو اور نہ ایسا اضافی سامان (مثلاً: زیورات، فاضل مکان یا پلاٹ وغیرہ) کہ جس کی فروختگی سے سخت مشقت و پریشانی نہ ہو۔

(۳) کہیں اور سے بھی غیر سودی قرض نہ مل سکے۔

وإن كان المديون ذاعسرة فنظرة الى ميسرة اى فالحكم او الامر الى انتظار يساره اى انظروا يا ايها الدائنون الى يسار المديون ولا تعجلوا بطلبه لانه مضطر فى هذا الباب ----- وقوله تعالى وأن تصدقوا أى تصدقكم رؤس اموالكم كلها او بعضها بالإبراء على من عسر من غرمائكم خير لكم--- وقيل المراد بالتصدق الإنظار لقوله عليه السلام لا يحل دين رجل مسلم فيؤخره الا كان له لكل يوم صدقة، هكذا ذكروا ولكن على هذا التوجيه الاخير يكون قوله تعالى وآن تصدقوا خير لكم بعينه مفهوم قوله تعالى فنظرة الى ميسرة كما لا يخفى بل يلزم التناقض بينهما ظاهرا، فإن مفهوم الاول انتظار واجب ومفهوم الثانى انتظار مستحب (التفسیرات الاحمدیہ ص ۱۲۲)، **ويجوز للمحتاج الاستقراض بالربح** (الاشباہ والنظائر ص ۱۴۹)

لکڑی کا مندر بنانے اور بیچنے کا حکم:

مندر غیر مسلموں کا مذہبی شعار ہے، بتوں کے پرستش میں استعمال ہوتا ہے، اس لئے کسی مسلمان کے لئے اس کو بنانا اور فروخت کرنا گناہ ومعصیت میں تعاون کی وجہ سے درست نہیں ہے، حضرات فقہاء نے اسی وجہ سے صلیب کی فروختگی سے منع فرمایا ہے :

وان وجدوا فى الغنيمة قلائد ذهب او فضة فيها الصليب والتماثيل فانه يستحب كسرها قبل القسمة، وإن أراد بيعها من رجل ان كان الذى يريد شراءها موثوقا به لا يخاف عليه بيعها من المشركين فانه لا بأس بالبيع وان كان غير موثوق به ويخاف عليه بيعها من المشركين فانه يكره بيعها منه (فتاوی ہندیہ ۲ / ۲۱۵)

زبردستی دستخط سے طلاق کا حکم:

امام اعظمؒ کے مذہب کے مطابق جبر واکراہ کے نتیجہ میں دی گئی طلاق بھی واقع ہوجاتی ہے، لیکن اگر جبر واکراہ کے نتیجہ میں زبان سے طلاق نہ دی جائے بلکہ لکھ کر طلاق دی جائے یا طلاق نامہ پر دستخط کئے جائیں تو پھر طلاق واقع نہیں ہوگی، بشرطیکہ جان سے مارنے یا کسی عضو کو تلف کردینے یا کسی اور ناقابل برداشت جانی یا مالی ایذاء رسانی کی دھمکی دے کر جبر کیا گیا ہو، نیز اس طرح کی دھمکی دینے والے کی طرف سے اس دھمکی کو عملی جامہ پہنا دینے کا ظن غالب بھی ہو:

وقیدنا بکونه علی النطق لأنه لو اکره علی أن یکتب طلاق امرأته فکتب لا تطلق لأن الکتابة أقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة هنا کذا فی الخانیة (البحر الرائق ۳/ ۲۶۴) وشرطه قدرة المکره علی تحقیق ما هدد به سلطانا کان او لصا وخوف المکره وقوع ماهدد به (کنز الدقائق ص ۳۸۵)

نکاح خوانی کی اجرت کا حکم:

نکاح خوانی کی اجرت وصول کی جاسکتی ہے، حضرات فقہاء نے اس کے جواز کی تصریح فرمائی ہے: البتہ اس میں چند باتوں کا خیال ضروری ہے:

(۱) اصولاً نکاح کی اجرت طے کی جانی چاہئے، اور کم وبیش کوئی بھی اجرت طے کی جاسکتی ہے، تاہم اگر طے نہ کی گئی ہو تو پھر عرف کے مطابق اجرت کا استحقاق ہوگا۔

(۲) جو نکاح کے لئے بلائے اجرت اسی کے ذمہ واجب ہوگی، لہذا جو معمول ہے کہ بہرصورت لڑکے والا اجرت اداء کرتا ہے یہ اس کی طرف سے تبرع ہے، اس پر جبر نہیں کیا جاسکتا۔

(۳) جو نکاح پڑھائے وہی اجرت کا مستحق ہے، امام محلہ وغیرہ کا بہرصورت اس کو اپنا حق سمجھ کر اس کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے:

وکل نکاح باشره القاضی وقد وجبت مباشرته علیه کنکاح الصغار والصغائر فلا یحل له أخذ الأجرة علیه ومالم تجب مباشرته علیه حل له أخذ الاجرة علیه کذا فی المحیط (فتاوی ہندیہ ۲/ ۳۴۵، امداد الفتاوی ۳/ ۳۶۹)

اخبار مظاہر

مرتب : عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

سالانہ امتحان

امتحان کی تیاری اور طلبہ کی سفری سہولیات کے لئے سالانہ امتحان کی تاریخوں کا اعلان باقاعدہ دفتر اہتمام سے جاری کردیا گیا ہے ،تقریری وتحریری امتحانات مؤرخہ ۴؍شعبان ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۵؍فروری ۲۰۲۴ء جمعرات سے شروع ہوکر ۱۶؍شعبان ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۷؍فروری ۲۰۲۴ء منگل تک جاری رہیں گے۔

اسی کے ساتھ تحریری امتحان کا نقشہ بھی آویزاں کردیا گیا ہے اور دفتر اہتمام سے باقاعدہ طلبہ کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ وہ پابندی سے اسباق میں شریک رہیں، بیکاراور لایعنی کاموں سے اجتناب کریں، اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کرکے تعلیم سے ایسی دلچسپی کا مظاہرہ کریں جس سے ان کی اور مدرسہ کی نیک نامی ہو، اور جو پوری زندگی کام آئے۔

مولانا نسیم الدین مظاہری کا انتقال

۴؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۹؍نومبر ۲۰۲۳ء رات دو بجے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے مبلغ ومحصل مولانا نسیم الدین مظاہری کا اپنے وطن محمد یہ پورنیہ میں انتقال ہوگیا، اللہ تعالیٰ انکی بال بال مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطافرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطافرمائے۔

مولانا مرحوم موضع برمسیا ٹولہ محمد یہ اسٹیٹ ڈگروا پورنیہ بہار میں ۱۹۶۲ء میں پیدا ہوئے ،مختلف مدارس میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور ۱۹۸۷ء میں فارغ التحصیل ہوئے ۔مرحوم کی شرافت نفسی، امانت داری اور دیانت داری سے کی وجہ سے مظاہر علوم کی انتظامیہ نے دسمبر ۱۹۸۹ء میں شعبۂ تنظیم وترقی کے لئے مبلغ متعین کیا۔

مولانا نسیم الدین صاحب مرحوم تادم مرگ اس حساس شعبہ سے منسلک ہوکر انتہائی امانت داری اور دیانت داری کے ساتھ حلقہ بنارس، اعظم گڑھ، مئو، جونپور، الہ آباد، لکھنؤ، مغل سرائے ،مرزاپور، غازی پور میں مظاہر علوم کی بے لوث خدمت کرتے رہے۔

مولانا احمد مرتضیٰ چتراوی کا انتقال

مؤرخہ ۹؍جمادی الثانی ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۳؍دسمبر ۲۰۲۳ء قبیل نماز فجر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے استاذ مولانا احمد مرتضیٰ صاحب اللہ کو پیارے ہوگئے۔مولانا کافی دنوں سے شوگر اور بلیڈ پریشر کے مریض تھے، علاج معالجہ کا سلسلہ چل رہا تھا، مغرب بعد تنفس کی شکایت ہوئی، ای سی جی کرایا گیا، کوئی زیادہ دقت کی بات نہیں تھی، رات کے آخری پہر سانس میں کافی دقت محسوس کی گئی، مدرسہ میں موجود ڈاکٹر نے صورت حال کا جائزہ لے کر کسی بڑے ڈاکٹر اور اسپتال لے جانے کا مشورہ دیا، اور اسی کے مطابق انھیں شہر کے مشہور ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا، لیکن مولانا جاں بر نہ ہوسکے اور اللہ کو پیارے ہوگئے۔

مدرسہ کے ذمہ داران خاص طور سے امین عام مولانا مفتی سید محمد صالح الحسنی نے ان کے ورثاء سے فون پر رابطہ کیا اور ان کو اِس المناک حادثہ کی اطلاع دی، ورثہ نے اجازت دی کہ تجہیز وتکفین کا نظم وہیں مدرسہ میں کرلیا جائے، اس لئے کہ ان کی میت کو چترا جھارکھنڈ لایا جانا منشائے شریعت کے خلاف بھی ہے اور مشکل ترین امر ہے، اس لئے ان کی نماز جنازہ مدرسہ کے ہی صحن ناظم مدرسہ حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب مدظلہ نے پڑھائی اور سہارنپور کے مشہور قبرستان حاجی شاہ کمال میں تدفین عمل میں آئی۔

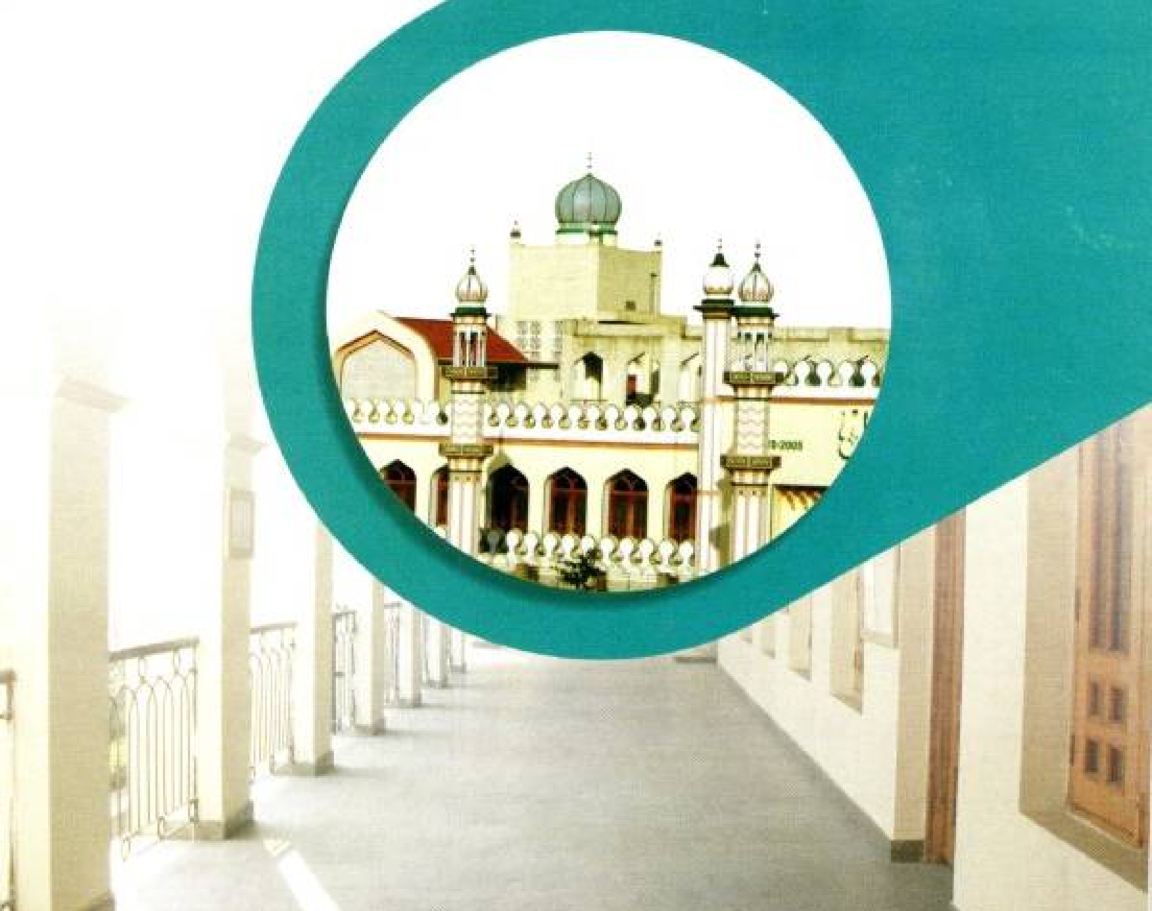
مظاہر علوم سہارنپور سے شعبان ۱۳۹۴ھ مطابق اگست ۱۹۷۴ء میں فارغ التحصیل ہوئے، دوران تعلیم مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت شاہ اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر علوم سے خاص عقیدتمندانہ وارادتمندانہ تعلق رہا اور انھیں سے بیعت وارشاد کا تعلق قائم ہوا، آخر میں حضرت ناظم صاحبؒ نے آپ کو خلافت بھی عطا فرمائی تھی، پوری زندگی آپ نے اس کا پاس ولحاظ رکھا اور اس راہ سے بھی مخلوق خدا کی رہنمائی اور دستگیری فرماتے رہے۔

مولانا مرحوم شوال ۱۴۱۶ھ مطابق مارچ ۱۹۹۶ء سے مظاہر علوم میں شعبۂ عربی کی تدریس سے متعلق ہوئے، ستائیس سال تک کامیاب مدرس بن کر یہاں رہے۔مولانا مرحوم ایک جید استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ، نہایت نیک، پرہیزگار، متواضع خصائل حمیدہ اور اخلاق عالیہ سے متصف، نمونہ سلف، نہایت ہی مخلص وغیور عالم دین تھے۔ اللہ رب العالمین مولانا مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان وشاگردان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

R.N.I. REGD. NO. 62469/95U.M.
URDU MONTHLY MAGAZINE

MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR



Rs. 30/-

MADRASA MAZAHIR ULOOM
SAHARANPUR-247001 (U.P.) INDIA, PH. 0132-2655542
E-Mail: jamiamazahir@gmail.com